ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

ہماری ذمہ داری

مجلس احرار اسلام یہ واضح کردینا مناسب سمجھتی ہے کہ کسی علاقہ میں محض مسلمانوں کی اکثریت یا افراد کے ہاتھوں میں حکومت کا آجانا حکومت الٰہیہ کا مترادف نہیں بلکہ ایسی شخصی یا جماعتی حکومتوں نے جواسلام کے نام پر اپنی اغراض کی تکمیل کے درپے رہیں اسلام کے روئے روشن پر دھبہ لگایا۔ اور دنیا کو اسلام سے متنفر ہونے کی گنجائش دی۔ مجلس کسی ایسے تجربہ کو دہرانے کے لئے مسلمانوں کی دین سے بے بہرہ کسی جماعت یا گروہ کے ہاتھ میں حکومت دے کر مطمئن نہیں ہوسکتی۔ اور وہ مسلمانوں سے پر زور درخواست کرتی ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی ذمہ داریوں کا فوری اور کلی احساس کریں۔ اور اپنی نگاہ سے حکومت الٰہیہ کو اوجھل کر کے اسلام کے نام پر الحاد و زندقہ کے فروغ کا موقع نہ دیں۔ بلکہ سب مسلمانوں کو اطاعت خدا اور رسول پر کمر بستہ ہونے کی تلقین و تاکید کریں۔

دریں بت خانہ اولاد براہیم
نمک پروردہ نمرود نا چند

افکار احرار

یہ دُنیا صرف امیروں کی جولان گاہ نہیں

سیاسی جماعتیں چند محسوس و معلوم ملکی و قومی احتیاجات کی نمائندہ ہوتی ہیں۔ اور ہر جماعت اپنی انفرادیت میں ان مفادات کی رہنمائی کرتی ہے۔ جنہیں جدید سیاسی تواریخ میں اصطلاحاً طبقاتی مفاد کہتے ہیں۔ مجلس احرار اس طبقاتی کشمکش سے باہر نہیں۔ احرار کا ذہن اس کی ساخت، اور اس ساخت کے تعمیری عناصر دورِ حاضر کے پرجوش تقاضوں کی ایک ایک ادا سے واقف ہیں۔ اور یہ سچائی اب اپنے پورے پورے اعتماد اور قوت کے ساتھ ابھر آئی ہے کہ جب تک استحصال دولت کی بیخ کنی نہیں ہوتی اور اقتصادی مساوات کی راہیں نہیں کھلتیں اس وقت تک معاشرۂ انسان کا کوئی اضطراب ختم نہیں ہوسکتا۔

احرار شاہرہ زندگی کے ہر موڑ پر طبقاتی جنگ لڑنے کے عادی ہیں۔ انہیں سورج کی ناقابلِ تسخیر کرنوں، ہواؤں کی بے قید لہروں اور چاند کی خنک چاندنی سے بھی زیادہ اس بات کا یقین ہے کہ

"یہ دنیا صرف امیروں کی جولانگاہ نہیں۔ اس میں غریبوں کا بھی حصہ ہے"

شورش کاشمیری

1944ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
دسمبر ۱۹۹۰ء
جلد ۱ شمارہ ۱۲

رئیس التحریر : ابن امیر شریعت سیّد عطاء المحسن بخاری
مدیر : سیّد محمد کفیل بخاری

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہ
مولانا عنایت اللہ چشتی۔ مدظلہ
مولانا محمد عبدالحق۔ مدظلہ

رُفقاءِ فکر

سیّد عطاء المؤمن بخاری
سیّد عطاء المہیمن بخاری
سیّد عبدالکبیر بخاری
سیّد محمد ذوالکفل بخاری
سیّد محمد ارشد بخاری
سیّد خالد مسعود گیلانی
عبداللطیف خالد ● اختر جنجوا،
عمر فاروق عمر ● خادم حسین
قمر الحسنین ● بدر منیر احرار

زرِ معاونت اندرونِ ملک

فی پرچہ :	سالانہ :
=/۵ روپے	=/۶۰ روپے

بیرون ملک

سعودی عرب، عرب امارات مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت، بنگلہ دیش، انڈیا، امریکہ، برطانیہ، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، برما، نائیجیریا، جنوبی افریقہ، شمالی افریقہ /۳۰۰ روپے سالانہ پاکستانی

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلس احرارِ اسلام

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان (پاکستان) فون : ۷۲۸۱۳

ناشر: سیّد محمد کفیل بخاری، پرنٹر: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز پرانی غلہ منڈی ملتان، مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

آئینہ

مضمون	تحریر	صفحہ
دل کی بات	رئیس التحریر	۳
قومی ورثہ	سید عطاء المحسن بخاری	۹
جادۂ اعتدال	مولانا محمد عبدالحق چوہان	۱۱
رسول اکرم کا خاندان	شاہ بلیغ الدین	۱۸
نعت	سید عطاء المحسن بخاری	۲۲
قصاص و دیت	مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی	۲۳
جمہوریت	ڈاکٹر رشید ارشد	۲۹
مردم شماری	مجید لاہوری مرحوم	۳۶
نفاذِ شریعت	مسز انجمن آرا صدیقی	۳۷
چلو بھائیو کشمیر	خالد ہمایوں	۳۹
شیخ سعدیؒ	پروفیسر عابد صدیق	۴۰
زباں میری ہے بات ان کی	خادم حسین	۴۱
قاضی مظہر حسین سے میری قلمی جنگ	قاضی محمد شمس الدین	۴۶
منقبتِ صحابہ کرامؓ	ہدایت اللہ خان فکر	۵۱
تابعین کرامؒ کی باتیں	الحاج محمد حسن چغتائی	۵۲
تمنا میری بچپن کی....	محمود الحسن مفتی	۵۴
ترانۂ قادیان	حضرت علامہ طالوت مرحوم	۵۷
مکتوب برطانیہ	محمد اکرم راہی	۵۸
ربوہ کی ڈائری	حبیب اللہ رشیدی	۶۰
نامے میرے نام	قارئین	۶۲

دل کی بات

پی ڈی اے کی ردائے سیاہ چھٹی سبز پوش برآمد ہوئے اور میاں نواز شریف وزارت عظمیٰ کے کرسی نشین ہوئے۔ قوم نے بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے ساتھ میاں صاحب کو یہ تخت و تاج عطا کیا ہے۔ میاں صاحب نے بھی لفظوں سے پھول بنانے میں ید طولیٰ کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسلام کے نام کی رٹ اور ذاتی خرچ پر عمرہ اس پر مستزاد ہے۔ ابتدائے عشق ہے اور ماحول کی ناسازگاری بھی بالخصوص امریکی امداد کی "بندش" اور تیل کی قیمتوں میں وحشتناک اضافہ، یہ دونوں امر اقتدار اور عوام کے لئے یکساں آزمائش کا کڑا مرحلہ ھیں:

ع دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

پاک امریکہ تعلقات سن ۵۲ء سے استوار ھیں اور پاکستانی حکمرانوں نے اکثر و بیشتر امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیکے اور امریکہ نے ہمیشہ پاکستان کو اپنی منافقانہ پالیسیوں کے مرگھٹ پر قربان کیا اور اپنے ناجائز مفادات کے تحفظ کو اوّلیت دی۔ خصوصاً سن ۶۵ء اور سن ۷۱ء کی جنگوں میں امریکہ کا ابلیسی رول کبھی بھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ دوسرے درجہ پر افغانستان اور مسئلہ کشمیر پر امریکی منافقت کا زہریلا رویہ تمام مسلم بلاک کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ پاکستان کی موجودہ حکومت نے متفقہ طور پر اس چیلنج کو نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ اس کے لئے قوم کو آزمائش کی بھٹی میں دھکیل دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اور عوام مل کر خود انحصاری کا عملی مظاہرہ کریں۔ حکومت کو چاہیئے کہ اپنی پوری طاقت اس پر لگا دے کہ پاکستان کے سرمایہ دار اور جاگیردار، اپنی دولت پاکستان اور صرف پاکستان کے لئے وقف کر دیں پاکستان میں انڈسٹری لگائیں۔ ایشین اور یورپین مارکیٹوں میں پاکستانی معیاری مصنوعات کے ڈھیر لگا دیں۔ اور کوریا کی طرح صنعت کے میدان میں عظیم مقام حاصل کریں۔ اور پاکستانی عوام ایک فیصلہ یہ کریں کہ سن ۹۱ء سے تمام غیر ملکی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر دیں خصوصاً امریکی مصنوعات کو ہاتھ تک نہ لگائیں۔ اپنے ملک کی مصنوعات سے کام چلائیں۔ یہ عصبیت اتنی شدید ہونی چاہیئے۔ اور اسکی لہر اتنی بلند ہونی چاہیئے کہ حکمران بھی عوام کے تصرف سے نہ بچ سکیں۔ تب جاکے کہیں امریکہ کے پیدا کردہ معاشی اقتصادی اور سیاسی بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اس ششماہی میں حکومت اور عوام نے مل کر اگر اقتصادی بحران پر قابو پا لیا تو پھر سیاسی استحکام بھی پیدا ہوگا...... تاریخی روایات کے اعتبار سے یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے نہ صرف یہ کہ بہی خواہ نہیں، بلکہ مسلم دشمنی میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ قرآن کریم نے اس پر بڑی واضح بات فرمائی ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۔

(اور یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کی ملّت کی پیروی نہ کریں)

اگر پاکستان کی موجودہ حکومت امریکہ کو یہ باور کرادے کہ پاکستانی حکومت اور عوام ہر حالت میں پہلے مسلمان ہیں پھر امریکی حلیف تو اس کے ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں ، ورنہ ایوب خاں ، بھٹو ، اور محمد ضیاء الحق شہید کی مثالیں بھی ہر وقت نظروں کے سامنے رہنی چاہئیں ۔

خلیج کا بحران

عراق کی سرزمین تاریخی اعتبار سے بے چین اور بے قرار مٹی ہے ۔ حجاج بن یوسف نے جب عراق کا چارج سنبھالا تو عراقیوں کو یوں خطاب کیا تھا :

یا اهل العراق یا اهل النفاق یا اهل الشقاق ......

(اے منافق اور بد بخت عراقیو !)

ہمیں یہ بات لکھتے ہوئے دُکھ بھی ہوتا ہے اور کہے بغیر چارہ بھی نہیں ۔ اس حقیقت سے کون بے خبر ہے کہ ایران عراق جنگ میں کویت اور سعودی عرب نے جس بے جگری سے عراقیوں پر مال قربان کیا ہے ۔ تاریخ میں اس ایثار کی پہلے کوئی مثال موجود نہیں ہے ۔ مگر محسن کُشی کا عراقی جرم بھی اپنی مثال آپ ہے ! موجودہ صُورتِ حال ایسی ہے کہ سعودی عرب کے قلب میں یہود و نصاریٰ قابض و متصرّف ہیں اور دنیا کی تمام بڑی طاقتوں (چین کے سوا) نے عراق کے خلاف طاقت کے استعمال کی اجازت دیدی ہے مذاکرات میں فلسطین کا ذکر امریکی کباب میں ہڈی ہے ۔ اب اَمن کے لئے تمام مواقع بظاہر ختم ہوگئے ہیں ، اور آئندہ کی راہیں مسدود ۔

۱۵ جنوری ۹۱ء تک کا الٹی میٹم کویت سے غیر مشروط واپسی کا ہے جس کے لئے عراق ابھی آمادہ نہیں ہیں ۔ عراق اگر افہام و تفہیم کا راستہ اختیار نہیں کرتا تو زبردست حماقت کا مرتکب ہوگا جو آدھی دُنیا کو لے ڈوبے گا ۔ ہماری دانست میں شاہ فہد ، امیر کویت ، شاہ اُردن ، شاہ مراکش اور صدام حُسین باہم مل بیٹھ کر اس خلیجی بحران کا باوقار حل تلاش کریں اور مُسلم اُمّت کو ایک نئی کربلا سے بچائیں ۔ انا پرستی تلوار کے زمانے میں تو قائم رہ سکتی تھی مگر عہدِ امروز عہدِ فنا ہے ۔

صدام حسین ' یا صدّام ! یا صدّام ! اتق الله وخف من الله و اصلح امر المسلمین ۔

بھارت

ازل سے دُشمن دغیار کے ہے دوش بدوش

دُشمنی و سیہ پوشی و بداطواری

کافر و مُشرک کسی دیس کا ہو مسلم دوست نہیں ہوسکتا اور بھارت کا مشرک جو کتاب سے بھی مشرّف نہیں ، ہرگز ہمارا حلیف

نہیں بن سکتا مگر نہ جانے کیوں ہمارے حکمران بھارت سے وفا کے عہد و پیمان باندھنے کے لئے بے قرار دکھائی دیتے ہیں جو مسئلہ ۴۳ برس سے اُلجھا ہوا ہے وہ غیر مستحکم حکومتوں کے مذاکراتی "حملوں" سے کب سُلجھتا ہے۔؟ اس کے لئے تو اسی لب و لہجہ کی ضرورت ہے جو بھارتی حکمرانوں کا ہے۔ بھارتیوں نے پاکستانی سفارتی عملہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، قصاصی مزاج کا تقاضا تو یہ ہے کہ پاکستان میں مُقیم بھارتی سفارتی عملہ کو وہی آموختہ سُنا دیا جاتا مگر یہ حکومتوں کے معاملے ہیں یہاں عوامی دراز دستی کا رواج نہیں ہے۔ یہاں تو زور آور اور کمزور والا معاملہ ہے حالانکہ مُسلم تاریخ ایسی کمزوری کی مثال پیش نہیں کرتی۔ محض احتجاج اور بس احتجاج، عملی طور پر بھی کچھ اے چارہ گراں!

نئی حکومت اور نفاذِ اسلام

پاکستان مُسلم لیگ کی سیکولر قیادت کے ہاتھوں اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا۔ مسلم لیگ رنگ بدلتے رُوپوں میں بلا شرکتِ غیرے ۱۹۵۸ء تک اقتدار پر مُسلط و قابض رہی مگر اسلام کے ساتھ وہی سُلوک روا رکھا گیا جو قیامِ پاکستان سے پہلے برٹش انڈیا میں فرنگی نے روا رکھا ہوا تھا۔ حکمران اسی طرزِ حکومت و طرزِ زندگی کو اپنائے ہوئے تھے یعنی اپنے تئیں وہ آقا تھے اور عوام غُلام، جس کے نتائج ہمہ جہت منفی برآمد ہوئے۔ کسی ایک سمت میں بھی مثبت نتیجہ پیدا نہ کیا جا سکا۔ یہاں تک کہ پاکستانی عوام تصورِ پاکستان کی اساس پر ایک پاکستانی قوم کی صُورت بھی اختیار نہ کر سکے۔ سن ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان نے قائدِ اعظم کا احسان آدھا کر دیا اور اسی مسلم لیگی سرمایہ دار، بیوروکریٹ اور جاگیردار نے آدھا ملک بنگلہ دیش بنا کر نظریۂ پاکستان برہم پُتر کی تُند و تیز لہروں کی نذر کر دیا۔ اکہتر کے بعد قائد اعظم کے جانشین ذوالفقار علی بھٹو قائدِ عوام بن کر اُبھرے، گرجے، برسے اور آدھے پاکستان پر چھا گئے۔ اُنہوں نے اپنی ملٹی کلچرل سیاست کے ذریعہ ملک کو کھُلے سیکولرزم کی وادی میں دھکیل دیا۔ یعنی:

"آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند۔" (جو کام والدِ ماجد نہ کر سکے فرزندِ ارجمند نے کر دکھایا)

سیاست کی وادی میں کودنے والی نئی مذہبی و سیاسی جماعتوں اور لیگ کے مُنتشر عناصر نے پھر اسلام کا لبادہ اوڑھا اور بھٹو کا تختہ اُلٹ کے اُسے تختۂ دار پر "آویزاں" کر دیا۔

اس ڈھا چوکڑی کی کوکھ سے جنرل محمد ضیاء الحق نے جنم لیا اور کٹر مسلم لیگی مذہبی جنرل صاحب نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک کٹر مُسلم لیگی سیاست باز کا رُوپ اختیار کر لیا۔ مسلم لیگ آرگنائز ہوئی۔ جونیجو، پگاڑا اور نواز شریف کو پال پوس کر جوان کیا۔ لیکن اسلام بے چارا، آہ! بے چارا اسلام، یتیم خانے کی چھت پر کھڑا مُسلم لیگیوں کی بے وفائیوں کا تماشا دیکھتا رہا۔ تا آنکہ ضیاء الحق مع اپنی قیمتی ٹیم کے جہانِ فانی سے رُخصت کر دیئے گئے۔ پھر قائدِ عوام کی بیٹی باپ کا سیاہ کفن لہراتے ہوئے اقتدار پر قابض ہو گئی۔ اُس مسلم لیگ اپوزیشن کا رول ادا کرنے میں "منہمک" ہو گئی اور اب پھر......... مُسلم لیگ،

بہر نوع مسلم لیگ ، اقتدار کے اَدنیٰ و اعلیٰ پر فائز ہے ۔ میاں محمد نواز شریف موجودہ مسلم لیگ کے رُوحِ رَواں اور ضیاء الحق کی پالیسیوں کے اَمین ہیں قائدِ اعظم اور مسلم لیگ ان کا اوڑھنا بچھونا ہے ۔ انہیں ۴۳ سال کا ماضی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہوئے مستقبل کے تمام فیصلے کرنے میں مسلم لیگی ہونے کے ناطے ان پر سب سے بڑا قرض ایک ہی ہے ۔ اور وہ ہے نفاذِ اسلام ! جس کا وعدہ مسلم لیگ نے ۴۷ء سے پہلے کیا ، ۷۷ء کے بعد کیا اور اب ۹۰ء میں اسی وعدہ کو پھر دُہرایا گیا ۔ شریف لوگ تو وعدہ وَفا کرنے کے لئے موت سے بھی کھیل جاتے ہیں ، ہمارے حکمران اپنی انفرادی اور اجتماعی منفی خواہشات کو قربان کر کے دُنیا و عاقبت کی سُرخروئی حاصل کرنے کے لئے ایک بھرپور قدم اُٹھائیں اور عملی طور پر اللہ و رسول کے ساتھ کئے گئے وعدے پُورے کر دیں تو وہ قوم جس نے اُنہیں تین مواقع دیئے ہیں مستقبل اُنہی کے حوالے کر دے گی اور کوئی منفی سیکولر قوّت اِن کے مُنہ نہیں لگے گی ۔ ایک عرصہ پہلے تو یہ اعتراض تھا کہ "کس مسلک" کا اِسلام نافذ کریں ؟ حالانکہ یہ اعتراض بھی خواب میں بڑبڑانے کے سوا کچھ نہ تھا مگر اب تو یہ اعتراض نہ صرف ختم ہو چکا ہے ، بلکہ دفن ہو گیا ہے ۔ کیونکہ دیوبندی ، اہلِ حدیث اور بریلوی علماء ، اور عوام میاں نواز شریف کے ساتھ ہیں اور بہر نوع ساتھ ہیں ۔ اب تو کسی قسم کے اعتراض ، اباء اور گریز کی کوئی صُورت اور جواز بھی باقی نہیں ہے ۔ اب تاخیر کیوں ـــــ ؟ اب اگر تاخیر ہو رہی ہے تو قطعاً بلا جواز ہے ۔ بلکہ نیتوں کے فتور کی وجہ سے ہے ۔ میاں نواز شریف نے جس طرح امریکی پالیسیوں کے مُنہ توڑ جواب کی ہمّت کی ہے اور پُوری قوم سے اِسکی داد بھی پائی اسی طرح نفاذِ اسلام کے سلسلہ میں بیرونی و اندرونی دَباؤ کو بھی پاؤں کی ٹھوکر پر رکھیں جبکہ تینوں مسالک کے علماء اور عوام ان کے ساتھ ہیں ، اور یہی مُلک کی سب سے بڑی طاقت ہیں ۔ اب ڈر کا ہے کا ۔

ہم ان مذہبی طبقات کے علماء اور عوام سے بھی کہنا چاہیں گے کہ اب وزیرِ اعظم کو پُوری طاقت سے اس سمت میں لیکر آگے بڑھیں اور نفاذِ اسلام کو ہی پہلی ترجیح بنائیں ۔

وفیات

حقیقت کو منوانے کے لئے دلائل کا انبار لگانا صحت مند عمل نہیں ہے ۔ حقیقت کو تسلیم کر لینا ہی فکر و دانش کی معراج ہے ۔ جو لوگ حقیقتوں کو جانچنے اور پرکھنے کی تجربہ گاہ میں اُترتے ہیں ان کا مشکوک ذہن کبھی بھی یقین کی منزل نہیں پاسکتا ۔ ہاں مگر موت ایک ایسی حقیقت ہے جو ارتیابیت کے ماروں کو یقین کی دہلیز پر پٹخ دیتی ہے ۔ میٹیریلزم (مادہ پرستی) ایک ایسی بیماری ہے جو اقوامِ مغرب کی کوکھ سے جنم لے کے مشرقیوں پر اپنا منحوس سایہ ڈال چکی ہے ۔ مگر موت کا علاج اقوامِ مغرب کے پاس ہے نہ ان مشرقی مقلدین کے پاس ! پاکستانی مقلدین تو بالکل ہی اندھے مقلد ہیں ۔ ان کے پاس تو اپنی تشکیک کا علاج بھی نہیں ہے ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے آخری نبی ، انسانِ کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال و اعمال سے اُمت کے لئے یقین کا ایسا اُسوہ چھوڑا ہے جو موت کے

مہیب لمحوں میں بھی سکون بخشتا ہے ۔ مثلاً نابالغ بچہ یا بچی ماں کی گود سے موت کی آغوش میں چلے جائیں تو وہ والدین کے لئے ، جنازہ پڑھنے والے کے لئے توشۂ آخرت ہوتے ہیں وہ جہانِ باقی میں اپنے متعلقین کے سفارشی ہوتے ہیں ۔ اور فرطِ غم کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر دفورِ مسرت کی فضا میں لے اڑتے ہیں ۔ بالغ مرد و عورت قضاء و قدر کے فیصلوں کے سامنے سرنگوں ہو جائیں تو آل و اولاد کو انکی خدمت کے جمیل مواقع میسر آتے ہیں ۔ والدین کا قرض ادا کریں تو وہ قبر میں سکون و راحت پائیں گے ۔ اولاد انکی قضاء نمازوں کا فدیہ ادا کرے تو قبر کی شب ہائے دراز دفورِ نور سے چمک اٹھتی ہے ۔ اور اگر والدین اپنی حیاتِ مستعار میں اولاد کو دینِ متین کا کارکن (حافظ و عالم) بنا گئے ہیں ۔ تو انکی قبر اندھیروں سے ناآشنا ہوگی ، اُجالوں کی وادی بن جائے گی ۔ خدمتِ دین کا آفتاب خُلد میں طلوع ہوگا جس کے طلوع کے لئے کبھی غروب نہیں ـــــ گزشتہ دِنوں ہمارے ماحول سے چند ایسے بزرگ دوست اور عزیز رخصت ہوئے ہیں کہ جن کی فرقت نے اجسام کو مضمحل کر دیا مگر ان کا جانا ارواح کے لئے تازیانہ ثابت ہوا کہ :

ع　　اے زفرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

۱ ـــــ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، جنہوں نے ڈیرہ غازیخاں کی پیارے والی مسجد میں عمر بتا دی ۔ مجلسِ احرارِ اسلام کے اکابر و اصاغر کے علاوہ تمام ہم مسلک علماء کو تبلیغِ دین کے خوبصورت مواقع فراہم کئے ۔

۲ ـــــ حضرت مولانا عبدالغنی جاجڑوی رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یار خان) تمام زندگی قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس میں صرف کر دی ایک عظیم الشان مدرسہ اپنی یادگار چھوڑا ۔

۳ ـــــ مولانا محمد امین اللہ چوہان رحمۃ اللہ علیہ رحیم یار خان) عمر بھر درس و تدریس میں مشغول رہے ۔ آپ مولانا عبدالحق چوہان کے رضاعی بھائی تھے ، مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے ۔ عجیب اتفاق ہے کہ استاذ کی وفات کے چوبیس گھنٹوں بعد آپ بھی عقبیٰ کو سدھار گئے ۔

۴ ـــــ حضرت مولانا حبیب گل صاحب (کوہاٹ) زندگی بھر تبلیغِ دین اور قیامِ حکومتِ الٰہیہ کے لئے سرگرمِ عمل رہے ۔ آپ کو جمعیتِ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے کام کرتے رہے مگر کام دین کا ہی کرتے رہے ۔

۵ ـــــ حاجی غلام محی الدین صاحب مرحوم و مغفور تقسیم ملک سے قبل مجلسِ احرارِ اسلام سے وابستہ ہوئے مولانا گل شیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت سے متاثر تھے ، اپنا ظاہر ویسا ہی بنا لیا تھا ۔ حضرت امیرِ شریعت کی جرأت بہادری اور دین کے لئے انکی ان تھک مساعی جب بیان کرتے تو

آبدیدہ ہو جاتے ۔ راقم گزشتہ بیس برس سے تلہ گنگ جاتا رہا ہے ۔ حاجی صاحب مرحوم ضعفِ پیری کے باوجود خود چل کر میرے پاس تشریف لاتے ، ملتے ، ماضی کے حسین چہرے سے نقاب اُلٹتے ، احرار کی جدوجہد آزادی کے واقعات سُناتے اور عہدِ حاضر کے وعظ فروشوں سے اپنے اسلاف کا تقابل کر کے فرماتے حضرت ! " ان سے مت رکھیو وفا کی اُمید ، یہ نہیں جانتے وفا کیا ہے ۔ " وفا تو اَحرار کے اکابر کے زمانے میں ہم نے دیکھی ہے ۔ بڑا پیار پایا ہے ہم نے اَحرار سے ، حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا ۔

۶ ــــــ بھا شبیرؒ مرحوم و مغفور ، گوجرانوالا کے اَحرار دوستوں کا تصوّر آتے ہی میری سوچ پر بھا شبیر کی صُورت اُبھر آتی ہے وہ کس قدر بہادر و جری تھا ، وہ کتنا وفادار تھا ، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ بالکل غریب آدمی تھا ، مزدوری پیشہ تھا ، تازہ روزی سے گھر چلاتا تھا ، مگر جب بھی اَحرار نے کسی قومی ، دینی موؤمنٹ کا فیصلہ کیا بھا شبیرؒ کہا کرتا تھا : " چھڈ وجی ' بیوی بچے ' دا اللہ وارث اے ' مر وی تے جانا ای اے ، جے ایس راہ تے ٹر کے موت نوں لبیک کہنا اے تے ایہہ سَودا سستا اے ، پیر بخاری دے نال حشر دے بدلے سب دُکھ قبول نیں " ۔

۷ ــــــ نعیم الحق مرحوم و مغفور ، دُبلے پتلے سے منحنی وجود کا آدمی بظاہر نحیف و نزار مگر بباطن قوی و جی دار ! آسی تخلص کرتے تھے ۔ سیالکوٹ کی مردم خیز مٹی سے سر بلند ہوئے اور اسی میں پیوست ہو گئے ۔ اعزّہ ' اقربا ، دوست ساتھی ، سیاسی و سماجی کارکن سبھی پیکرِ یاس بنے آسی کو کندھوں سے اُتار کر مٹی کی گود میں تنہا چھوڑ کر پلٹ آئے اسی کی قبر زبانِ حال سے کہہ رہی تھی ہ

دبا کے قبر میں چل دیئے دُعا ' نہ سلام

ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو ۔ ؟

اللھم اغفرلھم وارحمھم وعافھم واعف عنھم ــــــــــ

ہم ان مرحومین کے لئے دُعا گو ہیں اور ان کے لواحقین اور متعلقین کے غم میں شریک ہیں ۔ یا اللہ ! رحم کر اور ہم زندہ مُردہ اُمتیوں کو بخش دے ــــــ آمین !

جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور گھر سے نماز کیلئے نکلا تو وہ اپنے قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور بائیں قدم پر ایک گناہ مٹ جاتا ہے مسجد کا فاصلہ قریب ہو یا بعید ۔ مسجد میں پہنچ کر جماعت سے نماز ادا کی اگر پوری جماعت مل گئی یعنی تکبیر تحریمہ میں شریک ہو گیا تو پورا اجر اور اگر اس کے مسجد میں پہنچنے تک سلام پھر گیا اور اس نے مسجد میں اپنی تنہا نماز پوری کی تو بھی پورا اجر ملے گا ۔ (ابو داوٗد)

مقالہ خصوصی

قومی ورثہ

سید عطاء المحسن بخاری

"مادی عروج کے اس زمانہ میں یہ اصول تمام قوموں میں اب تسلیم کیا جا چکا ہے کہ قوموں کی تشکیل و تعمیر میں عقائد، اعمال، اخلاق، افکار و نظریات یہاں تک کہ رسوم بھی بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ اور کسی بھی قوم کی پہچان یہی بنیادی باتیں ہیں۔ اور اعلیٰ عقائد و اعمال، اخلاق اور افکار و نظریات ہی قوموں کی نشو و نما کی اساس ہیں پھر جب قومیں تجربات کی بھٹیوں میں سے گزرتی ہیں تو یہی بنیادیں نکھر کر بہتر سے بہتر صورت اختیار کرتی چلی جاتی ہیں۔ اور ایک خوبصورت معاشرتی زندگی کا قومی ڈھانچہ بن سنور کر دیگر قوموں کی رہنمائی کا کردار بھی ادا کرتا ہے۔"

یہ خلاصہ ہے ان لوگوں کی گفتگو کا جو تعمیر سیرت اور قومی زندگی کی تشکیل کیلئے ٹی وی ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ پاکستانی مسلمانوں کو روز نئے سے نیا بھاشن دیتے ہیں اور اس پر قومی خزانے کا کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ اصول جو بیان کیا جاتا ہے۔ یہ کس کا مرتب کیا ہوا ہے؟ ظاہر ہے یہ حیوانی عقل و تجربہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا ایک فکر ہے جسے قومی اصول کا درجہ دیدیا گیا۔ ہمارے لئے ہرگز یہ ضروری نہیں کہ ہم اس سے اتفاق بھی کریں اور تسلیم بھی کریں، کیونکہ ایسے اصول جو چند مختلف رنگ و نسل کے لوگ اپنی برتری و تفوق کیلئے وضع کریں اور پراپیگنڈے کی مہم کے ذریعہ اسکو باور کرانے اور منوانے کی سرد جنگ لڑیں اور اس میں کامیاب بھی ہو جائیں تو یہ جدید دور کا "ٹیکنیکل جبر" ہی تو ہے۔

سائنسی ترقی کی بنیاد پر اقوام مغرب نے اپنے عقائد، اعمال، اخلاق، افکار و نظریات اور رسوم کا اتنا زبردست پراپیگنڈہ کیا کہ دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ اس سے مرعوب و متاثر ہوئے مسلمان قوم مسلمان کہلانے کے باوجود پراپیگنڈے کی اس یلغار کے سامنے ڈھیر ہو گئی ہمارے ادیب دانشور اور مفکرین، اقوام مغرب کا پس خوردہ کھا کر "ہم ہوگئے اسی کے جو نہ ہوسکا ہمارا" کا مکروہ اور قابل رحم نمونہ بن گئے اور ناقابل قبول حد تک مغرب کے نپٹ اندھے مقلد ہو کر رہ گئے۔ اور اس خود فراموشی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ پوری قوم کو اسی راستے کا مسافر بنانے کی ٹھان لی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان قوم بحثیت قوم کے ذاتی عقل و تجربہ کی بناء پر قوم نہیں بنی بلکہ اپنے اساسی عقائد اعمال، اخلاق، افکار و نظریات اور رسوم، قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور ان کے تاریخی و عملی تسلسل کے نتیجہ میں متشکل ہوئی ہے۔ فرد کی سیرت ہو یا قومی زندگی، ہمارے ہاں دونوں کیلئے یکساں لائحہ عمل، عقل و تجربہ رسول ہے۔ ہماری عقل و تجربہ دنیا کے آخری دن تک اب اسی کے محتاج ہیں۔ اور یہی ہمارا قومی ورثہ ہے۔ ہماری اسلامیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اس قومی فکری ورثہ کو آئندہ نسل کیلئے بہر نوع محفوظ کریں اور اس کے ابلاغ عام کیلئے تمام میڈیاز کو وقف کر دیں اور جتنا زور ہم اقوام مغرب کے فکر بد کو عام اور مسلط کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ اس سے دس گنا زیادہ طاقت و توانائی اس بات پر صرف کریں کہ پاکستانی مسلم قوم کی انفرادی و قومی زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوۃ طیبہ کے نقوش جادواں میں ڈھل جائے۔ نبی کو ماننے کا معنیٰ و مطلب ہی یہ ہے کہ ہم نے ذاتی عقل و تجربہ کے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور اس شکست

خوردہ رویّے کے احیاء کیلئے آئندہ سے کوئی ایسا عمل نہیں کریں گے۔ جو طاغوتیت کے زمرے میں آتا ہو۔ لیکن اندوھناک حادثہ یہ ہے کہ "مسلم پاکستان" میں مغرب کے ریاستی نظام کے تجربات اور اولیت و ثانویت کی کشمکش میں مبتلا "بڑے صاحب" کی نامعقول مصروفیت نے طاغوتی عناصر کو سنہری مواقع فراہم کئے اور وہ بڑی آہستگی سے تملق اور چاپلوسی کے "لذیذ" رویوں کے ذریعہ ذرائع ابلاغ پر قابض و مسلط ہو گئے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ پرائیویٹ اور سرکاری اخبارات ریڈیو اور ٹی وی پر "مسلم دانشور، مسلم کمپیئرز اور مسلم لکھاری" یہ لکھتے کہتے سنائی اور دکھائی دیتے ہیں کہ "ہیر رانجھا، سوہنی مہینوال، مرزا صاحباں، سسی پنوں اور اس قسم کے باقی "حوادث" لوک ورثہ اور قومی زندگی کی امانتیں ہیں۔ ان کو محفوظ کرنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ آئندہ نسل کو بتایا جاسکے کہ ہمارا ماضی کیسا تابناک ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ماضی میں جن لوگوں نے جنسی بے راہ روی، عورتوں کے اغواء، بدکاری و بدمعاشی کا دھندہ کیا اور اسے فروغ دیا، وہ پاکستانی مسلم قوم کے ہیرو ہیں، لوک ورثہ ہیں، قومی سرمایہ ہیں اور آج کی نسل اور آئندہ نسل اگر قومی ہیرو بننا چاہتے ہیں۔ تو لوگوں کی عزت سے کھیلے، آبرو لوٹے، عصمت پامال کرے، عفت نوچے اور ٹھنڈا گوشت بھنبھوڑے تاکہ اپنے مذکورہ اسلاف سے جا ملے اور قومی زندگی کی تشکیل میں ایک لمبی "سیاہ لکیر" چھوڑ جائے تاکہ آئندہ مستقبل بعید میں آنے والوں کیلئے آسانی رہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مسلم تاریخ اور آئین شرافت تو درکنار، دنیا کی کافر اقوام بھی ایسی وارداتوں کو لوک ورثہ نہیں مانتے۔ وہاں کے مہذب ریاستی نظام کے ارکان کیلئے ایسے اعمال اقتدار اور قومی اعزاز سے محرومی کا سبب بن جاتے ہیں۔ پچھلے برس برطانیہ اور امریکہ (جہاں کا پس خوردہ پاکستانی دانشوروں کا آذوقہ ہے) میں تین ایسے واقعات رونما ہوئے کہ بڑے صاحب کو وزارت اور لارڈ میئر شپ کے عہدوں سے دھتکار کر معزول کر دیا گیا اور وہ لوگ قومی زندگی میں نفرت کا سمبل بن کے رہ گئے۔

موجودہ حکومت جو اسلام کے نام پر الیکشن جیت کے برسر اقتدار آئی ہے اس کے فرائض کا تقاضا ہے کہ وہ ٹی وی کارپوریشن کی تطہیر کرے۔ سکرپٹ لکھنے والوں کیلئے افکار و نظریات کی پابندی لازمی قرار دیجائے۔ عورتوں کو چند بنیادی دینی آداب کا پابند بنایا جائے "کوٹھے" کی عورتوں کو ٹی وی پر لاکر امت کی بہو بیٹیوں کو گناہ کی ترغیب نہ دی جائے۔ مرد و زن کیلئے ٹی وی کا ایک سادہ لباس متعین کیا جائے مخلوط مجالس بند کیجائیں۔ محفل موسیقی، سٹار نائیٹ، انگلش فلمیں اور "خواہش" ایسے ڈراموں پر مکمل پابندی لگائی جائے۔ موجودہ حکومت اگر ایسا نہیں کرتی تو میوزک ۸۹ء پر واویلا ہنگامہ توڑ پھوڑ کیوں کیا گیا؟ بے نظیر کی حکومت میں پھر کیا برائی تھی؟ (اور بہت سے سوالات جو آئندہ کیلئے اٹھا رکھتے ہیں) اسکی حکمرانی میں بھی برائی کا فروغ تھا اور اب بھی اگر برائی کو ہی عروج ملنا ہے۔ اور بروں کو قومی ہیرو اور لوک ورثہ ثابت کرنا ہے تو پھر ---------- آپ کیوں آئے!

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ردّ رفض و سبائیت پر مشتمل نعروں والے خوب صورت رنگین ۲۵ سٹکر کا ایک سیٹ ۔/۱۲ روپے میں اور دس سیٹ منگوانے پر صرف ۔/۱۰۰ روپے بھیج کر حاصل کریں! ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان، فون ۱۳۴۲۸،

مولانا محمد عبدالحق چوہان

قسط سوم

جادۂ اعتدال

حضرت عبیداللہ بن عمر کے فیصلۂ قصاص کے ضمن میں مرتب رسالہ تحریر کرتا ہے :۔

جب حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر باغیوں نے بیعت کرلی تو پہلی کارروائی یہی کی گئی کہ عبیداللہ بن عمر کو دیت پر رہا کر دینے کا حضرت عثمان کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبیداللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دینے کا حکم جاری کیا گیا۔

اس پر مولانا نعمانی صاحب کی رائے یہ ہے کہ یہ بات بھی غلط ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلۂ دیت کو منسوخ کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ اور وہ اپنی تائید میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول پیش کرتے ہیں :۔

یالیت شعری متی عزم علیؓ علی قتل عبید اللہ و متی تمکن علی من قتل عبید اللہ و متیٰ تفرغ حتی ینظر فی امرہ۔ (منہاج السنہ ص ۲۰۲ ج ۳)	کاش مجھے کہیں سے یہ پتہ چل جاتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کب عبیداللہ کے قتل کا ارادہ کیا؟ اور کب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ کے قتل پر قابو ملا اور کب ان کو اتنی فرصت ملی کہ وہ عبیداللہ کے معاملہ پر غور کرتے ؟

بعض تاریخی روایات میں واقعی اس طرح منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ عبیداللہ بن عمر کو قصاصاً قتل کیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کرنے کے وقت اپنی رائے پر زیادہ اصرار کیا ہو لیکن اس وقت ان کی رائے پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ پھر جب وہ خود سریر آرائے خلافت ہوئے تو حضرت عبیداللہ نے از خود ہی یہ خطرہ محسوس کیا ہو کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت اپنی رائے پر عمل کرلیں اسی وہم کی بنا پر وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے ہوں۔ لیکن رواۃ تاریخ نے حضرت عبیداللہ کے اس وہم کو اس طرح بیان کیا کہ واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

لان علیاً استمر حریصاً علی ان یقتلہ بالھرمزان وقد	حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات پر ہمیشہ مصر تھے کہ عبیداللہ کو ہرمزان کے بدلہ میں قتل کیا جائے

قالوا انه هرب لما ولی الخلافة الی الشام فکان مع معاویة الی ان قتل معه بصفین ۔

(الاصابہ ص۲۷ ج ۳)

لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو حضرت عبید اللہ بھاگ کر شام چلے گئے ، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے تاآنکہ صفین کے موقعہ پر شہید ہوگئے ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی ہماری تاویل کی تائید ہوتی ہے ، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ نسبت بالکل ہی غلط ہے ، اور مولانا نعمانی نے منہاج السنۃ کی پوری عبارت نقل کی ہے اس سے بھی نعمانی صاحب کی رائے کی تائید ہوتی ہے ۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ انہوں نے منہاج السنۃ کی پوری عبارت نقل نہیں کی ہم وہ عبارت بتمامہٖ نقل کرتے ہیں کیونکہ اس عبارت سے مسئلہ کا فقہی حکم واضح ہوجاتا ہے ۔

واما قوله وكان علی یرید قتل عبید الله بن عمر فهذا لو صح كان قدحًا فی علی والرافضة لا عقول لهم یمدحون بما هو الی الذم اقرب فانها مسئلة اجتهاد وقد حكم حاكم بعصمة الدم فكیف یحل لعلی نقضه وعلی لیس ولی المقتول ولا طلب ولی المقتول القود واذا كان حقه لبیت المال فللامام ان یعفو عنه وهذا مما یذكر فی عفو عثمان وهو ان الهرمزان لم یكن له عصبة الا السلطان واذا قتل من لا ولی له كان للامام

رافضی کا یہ قول کہ حضرت علی نے عبید اللہ کے قتل کا ارادہ کیا تھا ۔ یہ بات اگر صحیح ہو تو اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی لازم آتی ہے ۔ رافضی بالکل ہی بے وقوف ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس طرح تعریف کرتے ہیں جو کہ بجائے تعریف کے مذمت کے زیادہ قریب ہوتی ہے ۔ یہ اجتہادی مسئلہ تھا ، اور تحقیق حاکم وقت نے حضرت عبید اللہ کے معصوم الدم ہونے کا فیصلہ کر دیا تھا ۔ پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس فیصلہ کو منسوخ کر کے اس کو مباح الدم قرار دے دیں ۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ تو خود مقتول کے ولی تھے اور نہ ہی مقتول کے ولی نے ان سے قصاص کا مطالبہ کیا تھا ۔ جب اس کا حق بیت المال کے لئے تھا ۔ تو اب امام

ان يقتل قاتله وله ان لا يقتل
قاتله ولكن يأخذ الدية
والدية حق للمسلمين و بكل
حال فلم يكن بعد عفو عثمان
وحكمه بحقن دمه ما يبيح
قتله اصلاً۔ وما اعلم فى هذا
نزاعًا بين المسلمين فكيف يجوز
ان ينسب الى على مثل ذالك، ثم
يقال يا ليت شعرى متى عزم
على۔ على قتل عبيد الله ومتى
تمكن على من قتل عبيد الله
او متى تفرغ حتى ينظر فى امره
وعبيد الله كان معه الوف مؤلفة
من المسلمين مع معاوية و
فيهم خير من عبيد الله
بكثير وعلى لم يمكنه عزل
معاوية وهو عزل مجرد اً
فكان يمكنه قتل عبيد الله

(منهاج السنه ص۲۰۳ ج ۳)

کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ قاتل کو معاف کردے
اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
عبید اللہ کو معاف کر دیا تھا کیونکہ ہرمزان کا
بیت المال کے بغیر کوئی ولی وارث نہ تھا،
جب اس طرح کا کوئی شخص قتل ہو جائے
کہ جس کا کوئی ولی وارث نہ ہو تو امام کو اختیار
ہے کہ قاتل کو قتل کر دے، یا قاتل کو معاف
کرکے اس سے دیت لے لے۔ اور دیت
تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ بہر حال جو بھی صورت
ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاف
کر دینے اور ان کو معصوم الدم قرار دے
دینے کے بعد کوئی ایسا امر نہیں پیدا ہوا تھا۔
جو کہ ان کو مباح الدم قرار دے اور اس
معاملہ میں مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا اختلاف
مجھے معلوم نہیں۔ پھر کیسے یہ احتمال ہو سکتا
ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس
امر کی نسبت کی جائے۔ پھر کہا جائے کاش
مجھے کہیں سے یہ پتہ چل جاتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے کب عبید اللہ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا؟
اور کب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے
قتل پر قابو ملا؟ اور کب ان کو اتنی فرصت
ملی کہ وہ عبید اللہ کے معاملہ پر غور کرتے؟
حالانکہ عبید اللہ کے ساتھ تو ہزارہا افراد تھے۔

جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا
اور ان افراد میں بہت سے اشخاص ایسے
بھی تھے جو عبید اللہ سے افضل تھے۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ تو صرف حضرت معاویہ کو معزول
بھی نہ کر سکے۔ پھر ان کو کیسے اس امر پر قدرت
ہوتی کہ وہ عبید اللہ کو قتل کر دیتے۔؟

نعمانی صاحب مرتب رسالہ کا یہ قول :-

"محاصرہ کے چالیسویں دن ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی۔ دروازے میں جوں ہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے حضرت عثمان کے داماد اور کاتب مروان تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش زنی کی کارروائی سے روکیں باغیوں نے مروان پر حملہ کر دیا ابن انبیاع نے آگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انہیں دھکیل کر فاطمہ بنت اوس کے مکان میں بند کر دیا۔

نقل کر کے اس پر تنقید کرتے ہیں :-

اس امر کا تو ہمیں بھی اعتراف ہے کہ واقعی مجلس کے ممدوح شیر بہادر نے اس روز بہادری خوب دکھائی تھی مگر قدرت کی ستم ظریفی کا کیا علاج کہ جناب مروان نے اس روز جتنے زخم کھائے سب پیچھے ہی کی طرف سے کھائے۔ چنانچہ اس بہادری کے صلہ میں اسی روز سے تاریخ میں جناب کا لقب "مضروب القفا" پڑ گیا اور "خیط باطل" (جھوٹ کا دھاگہ) کا خطاب تو پہلے ہی سے حاصل تھا، اور کیوں نہ ہوتا۔ جناب نے اپنی ذہانت سے کارروائی ہی ایسی فرمائی تھی کہ جس سے اصلاح کی بنی بنائی صورت حال بگڑ کر فوری اشتعال پیدا ہو گیا۔ اور پھر کسی کے سنبھالے نہ سنبھل سکا اور آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں رقمطراز ہیں :-

ومروان اکبر الاسباب	حضرت عثمان کے محاصرہ کا بڑا سبب

فی حصار عثمان لانه زور علی لسانه کتابا الی مصر بقتل اولئک الوفد -(ص ۲۵۹ ج ۸)	مروان ہی تھا کیونکہ اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک جعلی خط مصر کو روانہ کیا تھا جس میں یہ حکم تھا کہ اس وفد کو قتل کر دیا جائے (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے محمد بن ابی بکر کی سرکردگی میں مصر کی طرف ان کی گورنری کا پروانہ لے کر جا رہا تھا)

نعمانی صاحب حضرت مروان رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف جو کچھ تحریر کر سکتے تھے انہوں نے پوری طرح اس پر زور قلم صرف کر دیا ہے ۔ مولانا کی تحریر سے مروان بن حکم رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت کا جو نقشہ ذہن میں مرتسم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مروان بن حکم انتہائی طور پر کمینہ صفت ، بزدل ، جھوٹا اور فتنہ پرداز تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ذمہ داری زیادہ تر اسی کی فتنہ انگیز حرکتوں پر عائد ہوتی ہے ۔ مولانا کے سینہ پُر کینہ میں اگر قوت برداشت کی صفت اور تحمل ہے تو ہم ان سے ایک ہی سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ اس طرح کے فتان ، خبیط باطل ، اور مضروب القفا یعنی بزدل کو اپنی دامادی کے شرف سے نوازیں گے ؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا ۔ تو پھر کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اتنے سادہ لوح اور شرعی سیاست کی بصیرت سے بے بہرہ اور نا عاقبت اندیش تھے کہ انہوں نے ایسے شخص کو اپنی دامادی کے شرف سے بھی نوازا اور خلافت کے اہم امور کی سرانجام دہی بھی ایسے شخص کے سپرد کر دی ، انا للہ وانا الیہ راجعون ، یہ ہے " انا و لا غیری " کے متکبرانہ زعم باطل کا نتیجہ کہ تحقیق کے پردہ میں ایک ایسے جلیل القدر خلیفۂ راشد کے استخفاف کا ارتکاب کیا ہے کہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

ألا استحی ممن تستحی منه الملائکة	کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی روشنی میں مولانا نعمانی کی خدمت میں ہم صرف اتنا ہی عرض کریں گے :-

"بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن"

باقی رہی وہ روایت جو کہ نعمانی صاحب نے " البدایہ والنہایہ" کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ حضرت عثمان

سے محاصرہ کا بڑا سبب مروان ہی تھا۔ کیونکہ اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک جعلی خط مصر کو روانہ کیا تھا جس میں یہ حکم تھا کہ اس وفد کو قتل کر دیا جائے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے محمد بن ابی بکر کی سرکردگی میں مصر کی طرف ان کی گورنری کا پروانہ لے کر جا رہا ہے۔" اس روایت کا بطلان" اظہر من الشمس" ہے اور اس روایت سے جو نظریہ مترشح ہوتا ہے اسی وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کی تردید و تغلیط کر دی تھی جب صحابہ کرام نے خود ہی اس زعم باطل کی تردید کر دی تھی تو پھر اسی زعم باطل پر اصرار کرنا اور اسی کو بار بار دہرانا اس حقیقت کی طرف غماز ہے کہ نعمانی صاحب تحریک سبائیت سے بری طرح متأثر ہیں۔

اس روایت کا مختصراً پس منظر یہ ہے کہ ماہ شوال ۳۵ھ کو عبد اللہ بن سبا یہودی کی تحریک سے مصر، بصرہ اور کوفہ سے مختلف سرداروں کی زیر قیادت سبائی فتنہ پردازوں کے وفود نکلے ان کا منصوبہ یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے یا معزول کریں گے یا قتل اور پہلے سے تجویز کردہ پروگرام کے مطابق یہ تمام وفود یکجا جمع ہو گئے اور مدینہ منورہ سے باہر قیام کر کے اپنے نمائندوں کو مدینہ منورہ میں بھیجا تاکہ وہ ان کے مطالبات پیش کریں۔ اکابر صحابہ نے ان کی غلط فہمیوں کو دور کیا اور ان کے شدید اصرار پر عامل مصر حضرت عبداللہ بن سعد کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو اس ہی کی جگہ پر متعین کر دیا گیا۔ اس مطالبہ کی منظوری کے بعد وہ لوگ بظاہر مطمئن ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔ تیسرے یا چوتھے روز باغیوں کی پوری جماعت نعرۂ تکبیر بلند کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ صحابہ نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ تو اطمینان کر کے واپس چلے گئے تھے پھر کیوں آ گئے ہو؟ انہوں نے کہا خلیفہ نے اپنے غلام کے ذریعہ عبداللہ بن سعد عامل مصر کو ایک خط روانہ کیا ہے کہ جب ہم وہاں پہنچیں تو وہ ہمیں قتل کر دے ہم نے وہ خط پکڑ لیا ہے اس کو لے کر واپس آ گئے ہیں۔ اس پر صحابہ کرام نے فرمایا کہ تمہیں روانہ ہوئے تین چار روز گذر گئے ہیں ہر قافلہ علیحدہ علیحدہ راستہ پر روانہ ہو چکا ہوگا اگر خط والی بات واقعی صحیح ہے تو پھر صرف مصر والے لوگ ہی واپس ہوتے یہاں تو تم سب کے سب جمع ہو گئے ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق تم واپس آئے ہو۔ انہوں نے جواباً کہا آپ جو کچھ سمجھیں ہمیں یہ خلیفہ منظور نہیں۔

فانصرف الجميع مظهرين الرجوع	وہ تمام کے تمام واپس ہو گئے اور ظاہر یہ کیا
الی بلادهم حتی تفرق اهل المدینة	کہ وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جا رہے ہیں
ثم لم یشعروا الا والتکبیر	حتیٰ کہ اہل مدینہ مطمئن ہو کر منتشر ہو گئے
فی نواحیها واحیط بدار عثمان	پھر اہل مدینہ بے خبری میں تھے کہ اچانک

ونودی من کف بیدہ فھو آثم فلزم الناس بیوتھم واستغربوا رجوع الثوار بعدا لاذعان من اعفائھم من العمال الذین لیطلبون عن لھم فاتی محمد بن مسلمۃ المصریین وقال لھم ماالذی ارجعکم بعد ذھابکم فقالوا اخذنا کتاباً من البرید مع خادم عثمان لعامل مصر یأمرہ فیہ بقتلنا ثم سئل البصریین عن مجیئھم فقالوا النصر اخواننا وکذالک قال الکوفیون فقال کیف علمتم بما لقی اھل مصر وکلکم علی مراحل من صاحبہ حتی رجعتم الینا جمیعًا ھذا امرا برم بلیل فقالوا اجعلوہ کیف شئتم لاحاجۃ لنا بھذا الرجل لیعتزلنا۔

(اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء
صـــ۱۹۵)

انہوں نے اطراف مدینہ میں نعرۂ تکبیر کی آواز سنی اور یہ دیکھا کہ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا ہے، اور باغیوں نے آپس میں یہ اعلان بھی کر دیا کہ کہ جس نے اپنا ہاتھ روکا وہ گنہگار ہوگا اہل مدینہ یہ حالت دیکھ کر گھروں میں بیٹھ گئے اور انہوں نے باغیوں کی واپسی کو عجیب سمجھا اس لئے کہ پہلے تو وہ اطمینان کر کے واپس ہو گئے تھے اور عمال کی معزولی کے مطالبہ سے بھی دست بردار ہو گئے تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ مصریوں کے پاس آئے اور ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ واپس جانے کے بعد پھر کیوں لوٹ آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم نے حضرت عثمان کے غلام سے ایک خط پکڑا ہے۔ جس میں انہوں نے عامل مصر کو ہمارے قتل کرنے کا حکم دیا ہے پھر اس کے بعد انہوں نے اہل بصرہ سے پوچھا کہ تم کیوں واپس آئے ہو انہوں نے کہا ہم اپنے بھائیوں کی امداد کرنے کے لئے، اسی طرح کوفیوں نے بھی یہی کہا۔ اس پر حضرت محمد بن مسلمہ نے پوچھا کہ تم کو کس طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اہل مصر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے حالانکہ تم ایک دوسرے سے کئی مراحل

پر جدا ہو چکے تھے، اور پھر سب کے سب جمع ہو کر تم کیسے واپس آ گئے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے یہ منصوبہ رات ہی رات کو تیار کر لیا ہے انہوں نے کہا تم جس طرح سمجھو ہمیں اس خلیفہ کی حاجت نہیں اس کو چاہئے کہ خود بخود ہی ہم سے جدا ہو جائے۔

یہ ہے اس خط والی روایت کی حقیقت جس کو نعمانی صاحب نے نقل کیا ہے اور اسی روایت کے پردے میں سبائیوں کی پاک دامنی بیان کر کے حضرت مروان بن حکم رحمہ اللہ تعالیٰ کو موردِ الزام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

حُسنِ انتقاد

کتاب: اہل بیت

ترجمہ: مولانا محمد سعید الرحمن علوی

قیمت: =/۹۵ روپے

ملنے کا پتہ: بساط ادب چوک انار کلی لاہور

تبصرہ: ادارہ

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے،

ایک عرب اہل علم کے چند رسائل بعنوان اہل بیت سامنے آئے جن میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کی سب سے پہلی اہلیہ محترمہ سیدہ خدیجہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا ورضوانہ، چاروں صاحبزادیوں سلام اللہ تعالیٰ علیہن ورضوانہ کے ساتھ ساتھ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ پر گفتگو کی گئی ہے۔ ان رسائل میں ان بزرگ شخصیا کی سوانح حیات کا اہتمام نہیں کیا گیا بلکہ سادہ آسان اور لطیف پیرائے میں تربیت کے نقطہ نظر سے ان کے کردار و عمل کا نقشہ پیش کیا گیا ہے تاکہ مسلم نوجوان اور ہماری بچیاں اپنے آئینۂ قلوب کے تزکیہ کا اہتمام کر سکیں اور اپنے دلوں کی اجڑی بستیاں آباد کر سکیں۔ چونکہ کردار کی تعمیر اور جذبہ عمل کی پیداوار کے لئے یہ رسائل حد درجہ مفید تھے کتاب کے ابتدائیہ سے پتہ چلتا ہے کہ بساط ادب کے مالک چودھری ثناءاللہ صاحب بھٹہ نے مجلس احرار اسلام کے مخلص و دیرینہ رفیق کار مولانا محمد رمضان علوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند محمد سعید الرحمن علوی سے ان کے ترجمہ کی خواہش ظاہر کی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کام کا بہت اچھا ملکہ عطا فرمایا ہے علوی صاحب نے اس اسلوب کا لحاظ کرتے ہوئے ترجمہ کیا جس میں شستگی شائستگی، متانت اور سادگی و پرکاری کا انداز نمایاں ہے۔ اگر مؤلف کا نام اڑا دیا جائے تو علوی صاحب کی ایک شگفتہ تحریر نظر آئے گی اور خوف خدا سے عاری لوگ ایسا کر بھی لیتے ہیں یہاں لیکن علوی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایسے نیچ کاموں سے بچایا ہے جوان پر رب کریم کا خاص کرم ہے۔ کتاب کی ابتداء میں انہوں نے "اہل بیت" کے حوالہ سے جو مقدمہ لکھا وہ خاصے کی چیز ہے۔ اور اس حوالہ سے رفض و سبائیت کے علمبردار اور ان کے نام نہاد سنی ایجنٹ جو غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں ان کی خوب وضاحت کی ہے۔ یہ تحریر بجائے خود بڑی معرکۃ الآراء ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مرد و زن خورد کلاں کے لئے بڑا مفید ثابت ہو گا

تحریر : شاہ بلیغ الدین

رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سربراہانِ خاندان

قریش کے سردار کا کہنا تھا کہ ——— اخلاق اچھے ہوں، آدمی ظلم نہ کرے اور عزور و تکبّر سے بچا رہے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ کوئی کہتا ہے اِس سردار نے ایک سو دس برس کی عمر پائی، کوئی کہتا ہے ۵۷۹ء میں ۸۲ برس کی عمر میں خانہ کعبہ کے اِس رکھوالے کا انتقال ہوا۔ اس وقت ابرہہ اشرم کے واقعہ کو کوئی آٹھ برس گزر گئے تھے۔

یہ سردار یثرب میں پیدا ہوا۔ سات، آٹھ برس کی عمر تک وہیں رہا۔ پھر مکّہ آیا۔ ہجرت کے بعد یثرب کی بستی مدینۃ النبی کہلانے لگی۔ اِس سردار کی والدہ سلمٰی بنو نجّار کی تھیں اور آج جہاں مسجدِ نبوی ہے اُس کے پاس ہی رہتی تھیں۔ ابھی یہ سردار پیدا نہیں ہوا تھا کہ فلسطین کے شہر غزہ میں اُس کے باپ کا اِنتقال ہوگیا۔ ہاشم نام تھا۔ عمر مشکل سے پچیس برس کی ہوگی اِسی زمانے میں قریش کا یہ سردار اپنے ننھیال میں پیدا ہوا۔ عجیب بات یہ تھی کہ نومولود کے سر میں ایک گچھا سفید بالوں کا تھا۔ اِسی لئے عزیز رشتہ دار اسے "شیبۃ الحمد" پکارنے لگے۔ نام عامر تھا لیکن شہرت چچا کے نام سے ہوئی جو مطّلب کہلاتے تھے۔ چونکہ چچا بھتیجا اکثر ساتھ رہتے تھے اس لئے لوگوں نے بھتیجے کو عبدالمطلب پکارنا شروع کیا۔ یعنی ——— مطّلب کا غلام!

عبدالمطلب تجارت کرتے تھے۔ شام اور یمن کے علاقوں میں اُن کا کاروبار تھا۔ اونٹوں کے بہت بڑے گلّے کے مالک تھے طائف میں بھی ایک کنواں ان کے پاس تھا۔ خانہ کعبہ کے رکھوالوں میں ان کا بڑا اعزاز تھا اور مکّے کی یاترا کے موقع پر دو بڑے کام ان کے سپرد تھے ——— سقایہ یعنی پانی پلانا ——— اور رفادہ یعنی کھانا کھلانا! یاتری بڑی تعداد میں مکّے میں جمع ہوتے تو آج کی اصلاح میں عبدالمطلب کا ہوٹل کا کاروبار خوب چمک جاتا تھا۔ وہ بڑے خوش اخلاق اور فیاض آدمی تھے۔ اُنکی مہمان نوازی کی دُور دور شہرت تھی۔ دسترخوان ہمیشہ وسیع رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سے کنویں کھُدوائے تھے۔ زمزم کو پھر سے کھُدوانے کے لئے اُنہوں نے مسلسل تین راتوں تک خواب دیکھا تھا۔ زمزم کا کنواں بڑے عرصے پہلے عمرو بن حارث جرہمی نے بند کرا دیا تھا لوگوں کو یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں واقع تھا۔ خواب میں اِنہیں یہ جگہ دِکھلائی گئی۔

سچا خواب دیکھنا بزرگی کی علامت ہے۔ عبدالمطلب کا شمار موحدین میں ہوتا ہے۔ وہ دینِ ابراہیمی کے پیروکار تھے اور رمضان کا مہینہ غارِ حرا میں گزارتے تھے، جہاں بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ: یہاں آپ ارادۂ الٰہی کی وجہ سے جاتے تھے انکی زیادہ اولاد انکی بیوی بنو مخزوم کی فاطمہ کے بطن سے ہوئی جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم اور چچاؤں میں زبیر اور ابوطالب کے علاوہ ام حکیم البیضاء بھی تھیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نانی تھیں۔ ام حکیم حضرت عبداللہ کی توام بہن تھیں۔ ان کے علاوہ عاتکہ برّہ اُمیمہ اور اروی بھی سگی بہنیں تھیں۔ یہ تفصیل ابنِ سعد کی ہے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابولہب بھی انہی کے بطن سے تھا، لیکن مستند روایت یہ ہے کہ ابولہب کی والدہ بنی خزاعہ کی تھی۔

چھ برس کی عمر میں جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو عبدالمطلب اپنے پوتے کو اپنے گھر لے گئے۔ وہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ مختلف روائتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یقین تھا کہ آمنہ کا جگر گوشہ بڑا نام پانیوالا ہے۔ جب یہ بچّہ آٹھ برس کا ہوا تو ایک دن اپنے دادا کی چارپائی کے پاس بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا کیونکہ یتیم پوتے کے سر پر دستِ شفقت رکھنے والے سربراہِ خاندان نے وفات پائی تھی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۳ برس کی عمر میں مدینہ ہجرت فرمائی تھی۔ آٹھ برس کی عمر سے لیکر ۵۳ برس تک کُل ۴۵ سال ہوتے ہیں، اِس عرصے میں خاندان کے تین سربراہ منتخب ہوئے۔ دادا کی وفات کے بعد جیسا کہ طبقات ابنِ سعد میں ہے زُبیر جو عبدالمطلب کے وصی اور جانشین تھے، خاندان کے سربراہ بنائے گئے۔ حربِ فجار اور حلف الفضول کے وقت ہی حضورِ اکرم کے سرپرست اور خاندان کے سربراہ تھے۔ انہی کی بیوی عاتکہ نے حضرت آمنہ کی وفات کے بعد ان کے چھ سالہ صاحبزادے کو ماں کا پیار دیا۔

الاصابہ کی روایت ہے کہ ان کے صاحبزادے عبداللہ نظر آجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرطِ محبت سے پکار اٹھتے کہ: ——— یہ میری پیاری ماں کا بیٹا ہے۔

بعض روائتوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۱، ۲۲ برس کی تھی، اور سیرۃ الحلبیہ کے مطابق ۲۴ برس کی تھی کہ زُبیر کا انتقال ہوا اور ان کی جگہ ابوطالب خاندان کے سربراہ مقرر ہوئے۔ ابوطالب نے ہجرت سے دو ڈھائی سال پہلے شعبِ بنو ہاشم میں انتقال کیا تو خاندان کا سربراہ ابولہب منتخب ہوا۔ جو بدر کی لڑائی کے بعد سرطان میں مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ اُس وقت اسلامی مملکت قائم ہو چکی تھی۔ بنو ہاشم اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا سربراہ سمجھتے تھے۔

ابوطالب کی وفات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر انچاس سال آٹھ مہینے اور گیارہ دن تھی۔ مکی زندگی میں دین کی تبلیغ صرف دو چچاؤں نے کی۔ ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دوسرے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے —— امیر حمزہ رضی اللہ عنہ دار ارقم میں ایمان لے آئے۔ یہ نبوت کے پانچویں سال کی بات ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ آخری بیعت عقبہ کے موقع پر صرف وہی اللہ کے نبی کے ساتھ تھے۔ ان کی بیوی ام الفضل بالکل ابتدائی ایمان لانیوالوں میں شامل ہیں۔ حضرت عباس کے ایمان کا اعلان فتح مکہ سے ایک دن پہلے جحفہ کے مقام پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آخر المہاجرین کا خطاب عطا فرمایا۔ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تو اُحد کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ لیکن حضرت عباس جو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے۔ آپ کے بعد کوئی بارہ سال زندہ رہے۔ حضرت عمر نے اپنے دورِ خلافت میں باغ فدک کی نگرانی ان کے اور حضرت علی کے سپرد کر دی تھی۔ حضرت عثمان کے دور میں ۸۸ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

سربراہِ خاندان چاہے کوئی بھی رہے ہوں۔ اللہ کے رسول کی کفالت کسی نے نہیں کی۔ آپ کے والد کے ترکے سے آپ کی آمدنی اتنی کچھ ہوتی تھی کہ آپ ہمیشہ خوشحال رہے۔ اور دوسروں کی مدد فرماتے رہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، طبری، سیرت ابنِ ہشام، احکام السلطانیہ اور دیگر محدثین و مورخین کی کتابوں میں ترکے کی تفصیلات ملتی ہیں۔

بقیہ از صہ ۳۹

ان کے جتھے کو گرفتار کر کے ملتان جیل بھیج دیا ہے۔

تین ماہ بعد جب حکومت نے قیدیوں کو رہا کرنا شروع کر دیا تو ابا جی بھی بذریعہ ٹرین سیالکوٹ آئے۔ خاندان کے سب لوگ ان کے استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ حد نگاہ تک استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ دراصل پنجاب بھر کی جیلیں کشمیر تحریک کے کارکنوں سے بھر چکی تھیں۔ اب دہلی کا مسئلہ شروع ہوا تو گاڑیاں روزانہ رہا ہونے والوں کی بڑی تعداد کو لے کر سیالکوٹ پہنچتی تھیں۔ ٹرین کسی دوسرے پلیٹ فارم پر آئی تھی۔ ہم ادھر سیڑھیوں کے پاس کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ اچانک چاچی چلا اٹھی، "وہ دیکھو لالہ آگیا!" وہ انہیں لالہ ہی کہا کرتی تھیں۔ ابا جی سیڑھیاں اتر رہے تھے اور خاندان کے سب افراد کو نہایت غور سے تکتے بھی جا رہے تھے، جیسے کسی کو ڈھونڈ رہے ہوں۔ جوں ہی آخری سیڑھی سے پاؤں زمین پر رکھا، مردوں نے آگے بڑھ کر انہیں گلے ملنا شروع کر دیا۔ ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار اب بہت بڑھ چکے تھے۔ پوچھا، "ماں نہیں نظر آ رہی مجھے —— وہ کہاں ہے؟" سب کے دلوں کی دھڑکن جیسے ایک لمحہ کے لئے ساکن ہو گئی —— ہماری چاچی نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کہا، "لالہ وہ گھر پر ہے، چلو گھر چلتے ہیں۔"

گھر پہنچے تو ابا جی صحن میں چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے تیزی کے ساتھ دالان کی طرف لپکے۔ چاچی نے کہا، "لالہ! تمہارے جانے کے تیرہ روز بعد ماں اللہ کو پیاری ہو گئی تھی۔" یہ سنتے ہی ابا جی کی چیخ نکل گئی۔ پتہ نہیں یہ چیخ کب سے ان کے سینے میں گھٹی ہوئی تھی۔ بے بس سے ہو کر پاس پڑی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ ان کے سرخ و سفید گالوں پر ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ سارا گھر گمبھیر اداسی میں ڈوب گیا۔ طبیعت ذرا بحال ہوئی تو کہنے لگے، "میں نے ملتان جیل کے ابتدائی دنوں میں خواب دیکھا کہ ہمارے گھر کے اندر باہر سفید چادریں بچھی ہوئی ہیں۔ آنکھ کھلی تو دل میں عجیب وسوسے اور اندیشے سر اٹھانے لگے۔ بار بار ماں کی طرف دھیان جاتا۔ اس کی خیریت کے لئے میں دعائیں مانگتا رہا —— وہ تو مجھے ایک پل بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی تھی۔ کئی لوگ معافی نامے داخل کروا رہا ہو گئے مگر میرا ضمیر اس پر آمادہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ ماں کی نصیحت بھی تھی چنانچہ جیل کا سارا دور بڑے حوصلے سے گزار دیا۔"

بابا مرحوم کی کتاب زندگی کا یہ ورق سناتے سناتے امی کی آواز رندھ گئی، جیسے آنسوؤں نے الفاظ کو پکڑ لیا تھا۔ ●●

عرش و زمیں ہے جگمگ جگمگ

عرشِ بریں پر عبد کا جلوہ ، عرشِ بریں ہے جگمگ جگمگ
نُورِ نبوت ذاتِ بشر میں ، شانِ مبیں ہے جگمگ جگمگ

چشمِ بصیرت کھول کے دیکھا ، ظاہر و باطن ایک سا پایا
عابد، ساجد، شاہد بندہ ، رب کے قریں ہے جگمگ جگمگ

شاہد و ناطق رب نے بنایا ، تاجِ رسالت سَر پہ سجایا
آپ کے لب پر حق کی گواہی ، علمِ یقیں ہے جگمگ جگمگ

نُور نے اپنا عبد بلایا ، اَوْ اَدْنیٰ کا قرب دکھایا
فاصلہ عبد و الٰہ میں دیکھو ، ذاتِ امیں ہے جگمگ جگمگ

ذات و صفات کے ماننے والو ، دل کو کھولو، کان لگا لو !
حکمِ رسالت گونج رہا ہے ، عبدِ حسیں ہے جگمگ جگمگ ،

عبد ہے اعلیٰ عبد ہی اولیٰ ، عبد ہے طٰہٰ عبد ہی فرقاں
نُور ہے ساکت عبد ہے ناطق ، نطقِ متیں ہے جگمگ جگمگ

نور، نبوت، قرآں، رحمت ، دنیا، عقبیٰ، سارے منظر،
عبد سے ہیں یہ تازہ و روشن ، عرش و زمیں ہے جگمگ جگمگ

تا بہ قیامت حکم کا بندہ ، ہر کس و ناکس اعلیٰ و ادنیٰ
نُور بھی اُن کے تابعِ فرماں ، سَرورِ دیں ہے جگمگ جگمگ

نقطۂ نظر

مولانا محمد سعید الرحمن علوی

قصاص و دیت آرڈیننس ---- چند گذارشات

قصاص و دیت آرڈیننس کے حوالے سے گزشتہ دنوں ملک میں جو صورت حال پیدا ہوئی اس نے علمی اور عوامی حلقوں میں بہت سے سوالات کو جنم دیا۔ مختلف علماء نے اس موضوع پر اپنے مؤقف کا اظہار کیا۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد سعید الرحمن علوی کا مضمون ہمیں موصول ہوا جو قارئین کی نذر ہے۔ گو کہ صرف اہل علم ہی اس پر اختلاف کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ جس کیلئے نقیب کے صفحات حاضر ہیں۔ (ادارہ)

حال ہی میں ملک گیر سطح پر ٹرانسپورٹ کی پہیہ جام ہڑتال کی تلخیوں سے پوری قوم آگاہ ہے' اس ہڑتال کا سبب وہ "قصاص و دیت آرڈیننس" تھا جو صدر غلام اسحٰق خان نے نافذ کیا اور جس کے سبب سڑک کے حادثہ میں مرنے والے کی گراں بہا دیت کا ذمہ دار ڈرائیور کو قرار دیا گیا۔ صدر صاحب نے عدالتی حکم کے پیش نظر آرڈیننس جاری کیا' عدالت کے متعلق ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو تمام تر تمدنی حالات کو سامنے رکھ کر اسلامی قوانین کی جزئیات کی تشریح کر سکیں' مروجہ لاء گریجویشن کے ماہرین جس طرح اس معاملہ میں بے بس ہیں اسی طرح درس نظامی کے ماہرین بھی یہ کام نہیں کر سکتے۔

پھر صدر گرامی اور ان کے آئینی مشیر بھی اس میدان کے مرد نہیں اس لئے جو آرڈیننس سامنے آیا ہے اس میں بے حد اسقام تھے' نقائص تھے' جن کی طرف ان علماء نے بھی اشارہ کیا جو حکومتی ہاں میں ہاں ملانا سعادت خیال کرتے ہیں اور حکومت کو بھی بالآخر ماننا پڑا کہ یہ آرڈیننس درست نہیں اس میں نقائص ہیں' اس مقصد کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کا ہنگامی اجلاس بلایا گیا تاکہ معاملات طے کئے جا سکیں' اور ملک کی ڈرائیور برادری مطمئن ہو سکے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اس مسئلہ سے متعلق چند گزارشات پیش خدمت ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ تین چیزیں انسان کی قیمتی متاع ہیں جان' مال' آبرو۔ اسلام جس طرح انسانی مال و آبرو کو اہمیت دیتا ہے اسی طرح انسانی جان کو بھی بہت اہمیت دیتا ہے' اس کا اندازہ سورہ مائدہ کی آیت 32 سے ہو سکتا ہے' جس میں ارشاد ہے۔

"اسی وجہ سے تو ہم نے بنی اسرائیل پر (تورات میں) لکھ دیا تھا کہ جو کوئی شخص کسی شخص کو بغیر کسی نفس (کے بدلے) کے یا زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے کے قتل کر دے تو گویا اس نے پوری نوع انسانی کو قتل کر دیا اور جو کوئی کسی کو مرنے سے بچا لے تو اس نے پوری نوع انسانی کو مرنے سے بچا لیا"

اور سورہ نساء کی آیت 93 میں ارشاد فرمایا۔

"اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے' اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہو گا اور اللہ اس پر لعنت فرمائے گا اور اللہ نے اس کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"

اس آیت میں جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنے پر پانچ سزاؤں کا ذکر ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ابدی جہنم کی سزا یا تو کافر کے لئے ہے یا اس شخص کے لئے جس نے جان بوجھ کر کسی کو قتل کیا (فقہ القرآن ج۔ 4 ص۔ 241) چونکہ قتل بڑا سنگین جرم تھا اس لئے اس کا سدباب کرنے کی غرض سے سزا بھی تجویز کی گئی' سزا کی دو شکلیں ہیں' قتل کے بدلے قتل یا مالی معاوضہ۔

قتل کے بدلے قتل کو "قصاص" کہتے ہیں اور مالی

معاوضہ کو "دیت" ...... عصر حاضر کے معروف مفسر مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں۔

"قصاص، قصص ہے، جس کے اصل معنی کسی کے پیچھے، اس کے نقش قدم کے ساتھ ساتھ چلنے کے ہیں (پھر مولانا نے بعض قرآنی آیات کا حوالہ دیا مثلاً سورہ قصص آیت 11، سورہ کہف آیت 64 ...... اس کے بعد فرماتے ہیں) اس سے "قصاص" نکلا اس لئے کہ قاتل کا بھی کھوج لگایا جاتا اور اس کا تعاقب کیا جاتا ہے پھر "قصاص" اس سزا کو کہنے لگے جس میں "مجرم" کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے جس کا مرتکب وہ خود ہوا ہے" (تدبر قرآن ج۔ 1 ص۔ 387)

مولانا اصلاحی اس سے متصل ہی "دیت" کو بھی "قصاص" ہی کی شکل قرار دیتے ہیں جو اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔

"اس "قصاص" کی دو صورتیں ہیں ایک جانی دوسری مالی، جس کو "دیت" یا "خون بہا" کہتے ہیں۔ "قصاص" کا لفظ اپنے وسیع معنی میں ان دونوں ہی صورتوں پر حاوی ہو جاتا ہے اس لئے کہ دیت بھی درحقیقت قصاص کی ایک شکل ہے۔ اصل قانون تو جان کے بدلے جان ہی کا ہے لیکن اولیائے مقتول (مقتول کے وارث) کی بہبود کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس قانون میں اتنی رعایت فرما دی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو جان کے بدلے "دیت" بھی لے سکتے ہیں" (تدبر قرآن ج۔ 1 ص۔ 387 مطبوعہ لاہور 1976ء)

مولانا کے یہ نوٹس سورہ البقرہ کی آیات 178۔ 179 کے ضمن میں ہیں جو اس معاملہ میں اصل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان آیات میں انسانی جان کے احترام کے لئے جہاں قصاص (قتل کا بدلہ قتل) کا ضابطہ ارشاد فرمایا گیا اور اس کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر ڈالی گئی (دیکھیں تدبر قرآن ج۔ 1 ص۔ 388، اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی جلد 2/16 ص 173 تا 180 و جلد۔ 9 ص۔ 524 تا 528) وہاں مساوات کا بھرپور اہتمام بھی کیا گیا جو اسلام کا اعلیٰ اصول ہے کیونکہ دور جاہلیت میں انسانی جان کے معاملہ میں خوفناک حد تک عدم مساوات کی حکمرانی تھی کہ زیادہ معتبر قبائل اپنی عورت کے بدلے دوسرے قبیلے کے مرد کو، اپنے غلام کے بدلے دوسرے قبیلہ کے آزاد مرد کو یا اپنے ایک آدمی کے بدلے دوسرے قبیلہ کے دو مردوں کو قتل کر ڈالتے...... وغیرہ ذالک، اس کا بھی اللہ تعالیٰ نے سختی سے سدباب کیا اور بقول مولانا اصلاحی

"یہ اس کامل مساوات کا بیان ہے جو قصاص میں لازماً ملحوظ رکھنی ہے" (تدبر ص۔ 389 جلد۔ 1)

انہی آیات میں قتل کے بدلے قتل کے بجائے دیت اور خون بہا کی اجازت بھی دیدی گئی ہے لیکن مقتول کے وارثوں کی اجازت سے، جس کا صاف ستھرا مطلب یہی ہے کہ "دیت کی اجازت" "قتل عمد" میں بھی ہے۔ لیکن حکومتی یا خارجی دباؤ سے نہیں بلکہ محض مقتول کے وارثوں کی مرضی سے، یہی چیز ہے جسے اس آیت میں "تمہارے رب کی طرف سے ایک قسم کی تخفیف اور مہربانی" سے تعبیر فرمایا گیا۔ کیونکہ مائدہ کی آیت 45 میں "نفس کے بدلے نفس" کا حکم ہے اور چونکہ شرائع میں بہت سے معاملات یکساں ہیں اس لئے شبہ ہو سکتا تھا کہ شریعت اسلامیہ میں بھی محض "جان کے بدلے جان" کا ہی قانون ہو گا، لیکن فرما دیا گیا کہ بنی اسرائیل اور امت مسلمہ کا معاملہ "جان کے بدلے جان" کی حد تک تو یکساں ہے ہاں مقتول کے وارث راضی ہو جائیں تو "دیت" بھی ہو سکتی ہے، یہی تخفیف اور رحمت ہے، جس کا بطور احسان اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔

البتہ قتل کی ایک اور صورت "قتل خطا" ہے، اس میں محض "دیت" ہی ہے، جان کے بدلے جان نہیں کیونکہ وہاں انسانی عزم وارادہ کا کوئی دخل نہیں۔ اس کا ذکر سورہ نساء کی آیت 92 میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے

"اور کسی مومن کے لئے روا نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے اور جو کوئی کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کے ذمہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا اور خوں بہا (دیت) ہے جو اس کے وارثوں کو دیا

جائے الا یہ کہ وہ معاف کر دیں "

اس مقام پر "قتل خطا" کے ضمن میں مسلمہ اصول "دیت" ہی ہے، گویا قتل عمد میں تو مقتول کے وارثوں کی مرضی و منشاء اور ان کی طرف سے معافی کے بعد "دیت" ہو گی لیکن "قتل خطاء" میں بہرحال "دیت" ہو گی کیوں کہ اس میں جیسا کہ عرض کیا گیا انسانی عزم و ارادہ کا کوئی دخل نہیں، اس کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ انسان شکار کر رہا تھا شکار کے لئے گولی چلائی تیر پھینکا، وہ انسان کو جا لگا، جہاز کا حادثہ ہو گیا، ریل کا حادثہ ہو گیا، بس، ٹرک، ویگن، موٹر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ان کی زد میں کوئی آ گیا وغیرہ ذالک۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن میں انسان بے بس ہے اور ایسی تمام شکلوں میں "دیت" ہو گی۔ جس کا تعلق "عرف" سے ہے یعنی زمانہ کے رسم و رواج سے۔ یہ دیت مقتول کے وارثوں کو دی جائے گی اور ساتھ ہی ایک غلام کی آزادی کا ذکر ہے۔ مولانا اصلاحی کے بقول۔

" زیر بحث آیت میں توبہ کے طور پر غلام آزاد کرنے کا حکم بھی ہے۔ اس زمانے میں چونکہ غلامی ختم ہو چکی ہے اور یہ بات ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ اس کا (غلامی کا) ختم ہونا عین منشائے اسلام کے مطابق ہوا ہے اس وجہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانے میں وہ شخص کیا کرے جو غلام آزاد کرنے کی مقدرت تو رکھتا ہو لیکن غلام میسر نہیں ہیں اور شریعت نے اس کا کوئی بدل بھی معین نہیں فرمایا ہے ہمارے نزدیک اس زمانے میں اس کا بدل صدقہ ہے۔ جو غلام کی قیمت کے تناسب سے ہو اور اگر یہ صدقہ غریب و نادار مسلمانوں کے قرضوں کی ادائیگی اور ان کے رہن شدہ مکانوں اور سامانوں کے چھڑانے پر صرف کیا جائے تو انشاءاللہ تعالیٰ یہ طریقہ شریعت کے منشاء کے خلاف نہ ہو گا" (تدبر قرآن ج۔ 2 ص۔ 133۔ 134 مطبوعہ لاہور 1976ء)

اس کے بعد رہ جاتا ہے "دیت" کا معاملہ تو البقرہ کی آیت 178 میں "المعروف" کا ذکر ہے یعنی "عرف و رواج" کے مطابق معاملہ طے ہو گا۔ مولانا اصلاحی کے بقول۔ "جن معاملات کا تعلق "معروف" سے ہو وہ زمانہ اور حالات کے تغیر سے اپنے اصل مقصد کو باقی رکھتے ہوئے متغیر ہو جاتے ہیں مثلاً خون بہا میں اونٹوں اور بکریوں کی جگہ نقد بھی دیا جا سکتا ہے اور نقد کی مقدار بھی معاشی حالات کی تبدیلی سے تبدیل ہو سکتی ہے اس تغیر کی نوعیت کو طے کرنا ارباب اجتہاد کا کام ہے اور سلف کے اجتہادات کی نظیریں اس باب میں موجود ہیں (تدبر ج۔ 2 ص۔ 133)

معروف کیا ہے؟

قرآن مجید کے لفظ "معروف" پر مولانا اصلاحی کا نوٹ آپ نے پڑھ لیا، یہ ایک جگہ نہیں، قرآن میں جا بجا "معروف" اور "عرف" کو اپنانے کا ذکر ہے۔ یہ درحقیقت ایک "فنی اصطلاح" ہے جس کا تعلق اصول فقہ سے ہے، بعض جلیل القدر علماء کے حوالہ سے اس کی تعریف میں جو کچھ منقول ہے وہ یہ ہے

الف: جدید مصر کے محقق عالم الشیخ ابو زہرہ فرماتے ہیں۔

"عرف" وہ طریقہ ہے جس پر عمل کرنے کے لوگ عادی ہو گئے ہوں اور اس پر لوگوں کے امور قائم ہو چکے ہوں" (اصول فقہ ابو زہرہ ص 273)

استاذ مصطفیٰ زرقاء نے جو تعریف کی ہے وہی معروف حنفی فقیہ علامہ ابن عابدین سے منقول ہے یعنی

"قول یا عمل میں جمہور کی عادت کا نام عرف ہے" (بحوالہ 'فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ص 372 از استاذ تقی امینی علی گڑھ)

استاذ عبدالوہاب خلاف کے بقول عرف نام ہے

"لوگوں کے معتاد و متعارف امور، خواہ ان کا تعلق قول سے ہو فعل سے، ترک سے ہو یا اجتناب سے، اسے عادت بھی کہتے ہیں" (نظام الحکم فی الاسلام ص 394)

انہی تعریفات کی روشنی میں استاذ عبدالوہاب خلاف نے ایک جامع تعریف اس طرح کی کہ

"عرف جمہور کے معتاد و اقوال، افعال، یا ترک سے عبارت ہے بشرطیکہ کتاب و سنت کے خلاف

نہ ہو (علم اصول فقہ از عبدالوہاب خلاف ص 89)

اسلام نے "عرف" کا بہت لحاظ رکھا ہے اور "دیت" کا معاملہ تو تمام تر "عرف" ہی سے متعلق ہے جیسا کہ پہلے بھی اشارہ ہوا' اور آئندہ بھی آئے گا۔ بدقسمتی سے ہمارے یہاں چونکہ "اجتہاد" کا دروازہ بند ہے اور ہم نے اپنی بدنصیبی سے جدید مسائل پر غور و فکر کا سلسلہ منقطع کر رکھا ہے اور ہر جگہ قدیم فقہی روایات کا ہی سہارا لیتے ہیں اس لئے رد عمل وہی ہوتا ہے جو قصاص و دیت آرڈیننس پر ہوا۔ ہمارا خدانخواستہ یہ مقصد نہیں کہ قدیم فقہا کی کاوشیں نظرانداز کر دی جائیں' ان حضرات نے بے حد محنت کی ہے اور ان کا اس امت پر عظیم احسان ہے' لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وقت کتنی انگڑائیاں لے چکا ہے' جب تک ان معاملات پر غور و فکر ہو گا کوئی بات صحیح طور پر حل نہ ہو سکے گی۔

جہاں تک قتل کا تعلق ہے' اس کی دو ہی شکلیں ہیں جان بوجھ کر قتل کرنا یا حادثاتی طور پر ایسا ہو جائے جسے "خطاء" کہتے ہیں۔ محدث اندلس امام ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

> "قتل کی دو قسمیں' جان بوجھ کر یا خطا کے طور پر' اس کی دلیل قرآن کی آیات ہیں یعنی النساء کی آیات 92- 93- تیسری کوئی قسم نہیں جو حضرات مزید اقسام کی بات کرتے ہیں ان کا ارشاد درست نہیں" (المحلیٰ ج- 10 ص- 214 مطبوعہ مکہ مکرمہ 1988ء)

اصل میں ہمارے فقہاء نے کئی قسمیں بیان کی ہیں۔ جان بوجھ کر قتل تو واضح ہے' اس کے علاوہ قتل خطا شبہ عمد وغیرہ محض تعبیرات کا اختلاف ہے۔ مثلاً ایک شخص شکار کر رہا ہے گولی انسان کو لگ گئی یا آلہ ایسا تھا جس سے عام طور پر انسان قتل نہیں ہوتا' یہ سب تعبیرات کے اختلاف ہیں اور اصل وہی ہے جو ابن حزم نے کہا کہ قتل کی دو ہی قسمیں ہیں اور دیت دونوں ہی میں ثابت ہے۔ قتل خطا کی ہر شکل میں تو نص قرآنی سے محض دیت ہی ثابت ہے اس میں جان کا بدلہ جان ہو ہی نہیں سکتا البتہ قتل عمد میں جان کا بدلہ جان نص قرآنی ہے اور وارث کی خواہش و مرضی سے مالی معاوضہ ہو سکتا ہے بعض حضرات جو شدت سے قتل عمد میں دیت کا انکار کرتے ہیں' ان کا موقف صحیح نہیں' ان کے جذبات کی شدت سمجھ میں آنے والی چیز ہے کہ صاحب یہ بڑا گناہ ہے اور ایک انسان کا قتل قرآن کی رو سے ساری انسانیت کا قتل ہے اور یہ کہ قتل عمد پر اللہ تعالیٰ نے غضب' لعنت اور دائمی جہنم کی وعید سنائی ہے' یہ سب باتیں درست ہیں لیکن آخر البقرہ کی آیت 178 میں اللہ تعالیٰ نے مقتول کے وارثوں کو جو حق دیا اور جسے "تخفیف اور رحمت" سے تعبیر کیا' اس کا مقصد کیا ہے؟ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ قتل عمد میں بھی دیت کا جواز ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کے مقالہ نگار نے اپنے مقالہ میں دیت سے متعلق تفصیل دی ہے' ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

> "آئین دیت کی تاریخی اصل زمانہ قبل از اسلام کے رواجی دستور (یہی عرف ہے) میں پائی جاتی ہے جب کہ یہ عرب کے معاشرتی نظام کے ساتھ لازم و ملزوم تھا۔ معاشرے کی بنیاد قبائلی زندگی پر تھی ملک میں کوئی سیاسی اقتدار عام موجود نہیں تھا بلکہ کسی قبیلہ میں علیحدہ شکل میں بھی نہیں پایا جاتا تھا' اپنا انصاف خود چکانے کا رواج تھا۔ قتل کی صورت میں شخصی طور پر بدلہ لینے کا قاعدہ خاص طور پر ہر جگہ نافذ تھا اگرچہ یہ ممکن تھا کہ اس حق سے بااختیار خود کوئی دست بردار ہو جائے اور اس کے بدلے میں دیت لینا منظور کر لے' اس دیت کی مقدار اصولاً سو اونٹ مقرر تھی کم از کم اس علاقے کے اندر جہاں اسلام وجود میں آیا اگرچہ بعض روایات میں صرف دس اونٹوں کا بھی ذکر ہے۔ اسلام نے اس رواج کی اصل بنیاد میں مداخلت نہیں کی" (انسائیکلوپیڈیا ص 524 سے 528 جلد 9 میں تفصیل ہے)

روایات کے مطابق ابتدا میں دس اونٹ ہی انسانی جان کا فدیہ و معاوضہ تھا لیکن ایک خواب کے پیش نظر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کو اپنے ایک بیٹے کی قربانی کرنا پڑی تو ایک خاص مجلس میں قرعہ اندازی کی گئی جس میں ایک طرف اونٹوں کا ذکر ہوتا اور دوسری طرف عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ کا (حضور اقدس کے والد گرامی) اور بالآخر جب سو اونٹ اور حضرت عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تو سو اونٹ کا قرعہ نکل آیا

اس کے بعد سو اونٹ کا رواج ہو گیا لیکن اس کے باوجود اس سے کم یا زیادہ کے ثبوت موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ سو اونٹ کی دیت لازم نہ تھی۔ اسلام نے اس رواج کو عملاً قائم رکھا' لیکن اپنی اصل کی حد تک' کیونکہ جدید تمدنی حالات ہر حال میں سو اونٹ بطور دیت کے لئے سازگار نہ تھے ایک مقالہ نگار کے بقول۔

"تاہم بہت عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ یہ قانون مسلمانوں کے جدید معاشرے کے حالات کے لئے سازگار نہ رہا۔ معاشرہ ترقی کر کے بہت جلد ایسی جماعت بن گیا جو نظری طور پر متحد اور بالخصوص ایک منظم ریاست کی صورت میں نمودار ہوئی۔ ماہرین قانون نے دیت کا ایک نظریہ قائم کیا جس کے اندر مختلف میلانات کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ یہ نظریہ عموماً سنی اور شیعہ دونوں مسلکوں میں یکساں پایا جاتا ہے"

ہمارا مقصد بھی یہی ہے کہ "نظریہ دیت" تو ثابت شدہ حقیقت ہے لیکن سو اونٹ یا کوئی متعین رقم طے شدہ نہیں اس کا انحصار عرف و عادت اور زمانہ کے رواج پر ہے۔ اب وہ قبائلی سسٹم نہیں' اگر کہیں ہے تو وہاں قبیلہ کا پنچائتی سسٹم اب موثر نہیں ہے۔ جہاں تک منظم حکومتی سلسلہ اور اجتماعی سوسائٹی کا معاملہ ہے وہاں حالات و زمانہ کی رعایت کے تحت اصحاب اجتہاد (پارلیمینٹ اور مقننہ) ہی فیصلکی ذمہ دار ہیں۔ ہمارے سامنے خلافت عثمانیہ کی مثال موجود ہے جو دور آخر میں مسلمانوں کی نہایت درجہ منظم اور متمدن حکومت تھی' جس میں انیسویں صدی کے وسط میں بہت حد تک قانون کی اصلاح ہو چکی تھی اور اس ضمن میں باقاعدہ قانون نافذ العمل تھا اور 1863ء کے قانون تعزیرات میں سرکاری طور پر دیت کی مقدار 224 ترکی پونڈ مقرر تھی (فقہ القرآن ج۔ 4ص۔ 460 مطبوعہ کراچی 1984ء)

عربوں کے یہاں نزول اسلام سے قبل چونکہ قتل و غارت ایک کھیل تھا اس لئے بر بنائے مصلحت اسلام نے ابتداً سو اونٹ کی دیت برقرار رکھی کہ تعزیراً سخت سزا بسا اوقات جرائم کے سدباب میں موثر ہوتی ہے۔ اس کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں درہم و دینار کے حوالہ سے بھی مخصوص مقداروں کا ذکر ملتا ہے مثلاً امام مالک کے نزدیک جن کا سکہ دینار (سونے کا) ہے انہیں ایک ہزار دینار اور جن کا سکہ درہم (چاندی کا) ہے انہیں بارہ ہزار درہم دینا ہوں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مصر جانے سے پہلے اور بعد رائے مختلف تھی' بعض روایات کے مطابق خود دور رسالت میں بھی درہم و دینار کی شکل میں دیت کا ثبوت ملتا ہے اور حضرت عمرؓ نے اونٹ گراں ہو جانے کے سبب بارہ ہزار درہم یا ایک ہزار دینار مقرر فرمائے' اور جن کے پاس گائیں ہیں ان پر دو سو گائیں اور بکری کے مالکان پر دو ہزار بکریاں اور کپڑے کے تاجروں پر دو سو جوڑے (بڑھیا) مقرر فرمائے۔ (بدایۃ المجتہد ج۔ 2ص۔ 411)

یہ ساری باتیں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ "دیت" کی رقم طے شدہ نہیں حالات زمانہ کے تحت اس میں تبدیلی ہوگی اور عرف و عادت کا لحاظ رکھا جائے گا۔

دیت میں ایک مسئلہ "عاقلہ" کا آتا ہے یعنی قاتل کے عزیز رشتہ دار مل کر اس کو ادا کریں اس ضمن میں امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح یہ ہے کہ

"قتل خطا میں "عاقلہ" کے مال سے ادائیگی ہوتی اور قتل عمد میں دیت قاتل کے مال سے ہی ادائیگی ہوگی" (محلیٰ ج۔ 10ص۔ 282)

اس ضمن میں ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ سراسر سینہ زوری ہے خاص طور پر قبائلی سسٹم کے ملیامیٹ ہونے کے بعد اس کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی۔ قبائلی سسٹم میں "اجتماعیت" کا ایک خاص نظم ہوتا ہے۔ ایسے معاشرے میں یہ باتیں چل جاتی ہیں لیکن اب ہم لوگ جس قسم کے معاشرہ میں جی رہے ہیں ایسی باتیں نہیں چل سکتیں ویسے بھی قرآن عزیز کا جرائم کے معاملہ میں موقف یہ ہے کہ جو کرے سو بھرے۔ اسلام کا یہ مسلمہ اصول ہے' ایک معروف آیت ہے جس کا ترجمہ ہے۔

"کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا"

یہ آیت قرآن میں پانچ جگہ موجود ہے 6/164' 15/17' 18/35' 7/39' 38/53' اس کے علاوہ سورہ نمبر 2 آیت 286' سورہ 3 آیت 25' آیت 161' سورہ 14 آیت 51' سورہ 74 آیت 38 وغیرہ

میں اس اصول پر بہت زور دیا گیا ہے کہ جو جرم کرے گا اسے ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

ہمارے ملک میں چونکہ بدقسمتی سے ہمیشہ مجبوری لومیت کے حالات رہے، آئین کے حوالہ سے ہمارا حال پتلا ہے پہلا اور آخری متفقہ آئین 1973ء کا تھا جسے بہت سے لوگوں نے اپنی اغراض کے پیش نظر ایسا برباد کیا کہ اب اس کی اصل شکل پہچانی مشکل ہو گئی ہے۔ ہنگامی فیصلے، اور افراتفری میں کیئے گئے اقدامات ایک آزاد، باوقار اور متمدن قوم کے شایان شان نہیں، سب سے بڑا المیہ جمود و تقلید کا ہے۔ رجال کار کی کمی نہیں بلکہ فقدان ہے۔ ان حالات میں جو قدم اٹھایا جائے گا اس سے اسی قسم کے حالات پیدا ہوں گے جیسے ہم نے ڈرائیور حضرات کی ہڑتال کی شکل میں دیکھا۔ جس میں قوم پریشانی میں ڈوب گئی۔ اس لئے ارباب حل و عقد، عدلیہ کے معزز ارکان اور اہل علم پر لازم ہے وہ باہم مل کر سر جوڑ کر بیٹھیں اور اسلام کے حقیقی نظام عدل کو اس کی اصل شکل میں معروضی حالات کا جائزہ لے کر نافذ کریں کہ اس میں ہم سب کی عافیت ہے۔

"قصاص و دیت" سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی ابتدائی رپورٹ میں "عاقلہ" کے تصور کا ذکر تھا، لیکن موجودہ آرڈیننس میں اس کا ذکر نہ تھا اب ہنگامی طور پر نظریاتی کونسل کی میٹنگ بلائی گئی اس کے جو فیصلے بعض ذرائع سے اخبارات میں آئے ہیں ان میں بھی "عاقلہ" کا تصور سامنے آیا ہے، ہم اپنا نقطہ نظر ذکر کر چکے ہیں لیکن یہ بھی طے ہے کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اور موجودہ زمانے میں یہ معاملہ بہت غور و خوض بلکہ اجتہاد کا متقاضی ہے، "عاقلہ" کا تصور بنیادی طور پر قبائلی معاشرے سے تعلق رکھتا ہے جس کا آج کی متمدن اور منظم دنیا میں کوئی وجود باقی نہیں رہا، یہ معاملہ تحقیق طلب ہے کہ اسلام نے عاقلہ کا رواج کس طرح اور کس حد تک باقی رکھا اور آج کے جدید معاشرے میں ہم عاقلہ پر قیاس کر کے کس قسم کے ادارے وجود میں لا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے کارکنوں کی یونین، کمپنی وغیرہ کا جو تصور دیا ہے وہ ایک اجتہادی رائے ہے اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو اصل یہ ہے کہ "ملکی خزانہ" سے اس نقصان کی تلافی کی جائے جیسا کہ ہم نے حدیث سے حوالہ بھی دیا لیکن اگر ارباب اجتہاد ایسا ہی خیال کرتے ہیں تو اس پر پارلیمینٹ سے بھی رائے لی جا سکتی ہے، ایسا امداد باہمی کے اصول پر کس درجہ ممکن ہو سکتا ہے، یہ بات بہر حال واضح رہنی چاہئے کہ دیت ابتدا میں قاتل پر آتی ہے وہ جب ادائیگی سے بے بس ہو تو پھر وہ تعاون مانگ سکتا ہے تاہم ہم اہل علم سے درخواست کریں گے کہ وہ اس مسئلہ پر ضرور غور کریں کہ بقول ڈاکٹر وھبتہ الزحیلی قبائلی نظام دم توڑ چکا ہے اور اس کی جگہ ایک باقاعدہ نظام حکومت لے چکا ہے تو اصل ذمہ داری حکومت پر ہی آتی ہے (الفقہ الاسلامی و ادلتہ ج۔ 6 ص۔ 326) بہر حال اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ جو قدم اٹھایا جائے سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے۔

مبارکباد

ماہ نامہ نقیبِ ختم نبوت جہاں بہت سے طباعتی محاسن سے معمور ہے۔ وہیں اس کا ایک نمایاں جمالیاتی پہلو یہ ہے کہ اس میں عموماً کتابت کی اغلاط نظر نہیں آتیں جو میرے خیال میں پروف ریڈنگ پر بھرپور توجہ کا نتیجہ ہے۔ املائی اغلاط یا اسقامِ کتابت کسی بھی تحریر کے اثر کو کم کر دیتی ہیں خصوصاً شعر کے تنِ نازک پر اس سے خراش آجاتی ہے جو اربابِ نظر پر گراں گزرتی ہے۔

ع تو اور ہو مجروحِ تماشا مرے آگے۔

چنانچہ اس حسن کتابت پر میں ادارے کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر عاصی کرنالی (ملتان)

ڈاکٹر رشید ارشد

جمہوریت: صہیونی اکابر کی نظر میں

تصورِ جمہوریت کو قبول کر کے ہم اپنے ناخنوں سے خود اپنے سر کو زخمی کر رہے ہیں اور خون دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ یہ کہاں سے آیا۔

جمہوریت .... جادو کی اس خوبصورت پری جس کا نام پوری دنیا میں انتہائی عقیدت و احترام سے لیا جاتا ہے، کا رشتہ دینِ مصطفٰیؐ سے کیا ہے؟ دیکھنا، پرکھنا اور تجزیہ کرنا وقت کی اہم ضرورت تھا اور ہے۔ آج جب ہم "دنیا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، تو دراصل ہم بغیر محسوس کیے ہوئے مغرب کا نام لے رہے ہوتے ہیں۔ وہ کیوں؟ وہ اس لیے کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں مغرب ہی اقوامِ عالم کا ایک معیار بن چکا ہے۔ ترقی کی اس دوڑ میں مغرب ہی سب کا امام ہے۔ جو مغرب میں ہو رہا ہے وہی باقی دنیا کے لیے ایک مثال یا نمونہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ مغرب نے موجودہ جمہوریت کو کامیابی کا تاج پہنا دیا ہے، لہٰذا ہم سب کا فرض ہے کہ اس خوبصورت چیز کو ہر قوم و ملک کے لیے عوامی مسائل حل کرنے کا واحد اور کامیاب ترین طریقہ سمجھتے ہوئے اپنے اپنے ملک میں نافذ کریں، لیکن ایک حقیقت، ہم میں سے چند لوگ ہی جانتے ہوں گے کہ جمہوریت کی اس جادو کی پری کا بنانے والا اور اس کو قوت و حرکت بخشنے والا جادوگر کون ہے؟ آپ جانتے ہیں، جادوگر دنیا کا چالاک ترین شخص ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ دنیا کے سامنے وہ ننگا ہو جائے۔ دنیا اس کی چالوں کو سمجھ کر اس کے جادو کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑ دے۔ لہٰذا وہ اپنے چہرے کو اس طرح ڈھانپ کر اور بدل کر رکھتا ہے کہ اس کی شناخت ممکن نہ ہو سکے۔ اس جادوگر کا نام ہے "یہودی"۔

آپ جانتے ہوں گے کہ عیسائیوں کا اصل دشمن یہودی تھا اور یہ دونوں اقوام ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہیں، لیکن اب عیسائیوں نے یہودیوں سے سمجھوتہ کر لیا ہے، خصوصاً گزشتہ ایک صدی سے۔ اب عیسائی انجیلِ مقدس پڑھنے سے پہلے زبور و تورات کو پڑھنا و پڑھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اب اپنے مشترکہ دشمن "اسلام" کو ان دونوں قوموں نے اپنی نظروں کے سامنے مرکوز کر رکھا ہے۔ ملک اسرائیل کی تخلیق اور افزائش پر غور کریں، تو آپ کو سب کچھ سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ مغرب اور اسرائیل ایک دوسرے کے لیے کس طرح لازم و ملزوم بن چکے ہیں۔ اقوامِ مغرب نے یہ بچہ "اسرائیل" بڑی سوچ بچار کے بعد پیدا کیا ہے اور بہت کڑے و محتاط انداز میں اس کی پرورش و حفاظت کی جا رہی ہے۔ لیکن یہ بچہ دراصل بچہ نہیں، بلکہ اقوامِ مغرب کا باپ ہے۔ یہ انتہائی چالاکی و چابکدستی سے ان سب کو اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے۔ یہ تو پیدا اس نے کمیونسٹوں کو بھی نہیں بخشا۔ کارل مارکس کون تھا؟

آپ مجھ سے کہیں بہتر جانتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور امریکہ ہے اور امریکہ ہی یہودیوں کی جان و مال کا محافظ ہے، لیکن یہ سپر پاور یہودیوں کے بغیر ادھوری ہے، کیوں؟ اس لیے کہ امریکہ کی معیشت یہودیوں

کے ہاتھ میں ہے اور امریکہ ہی نہیں، بلکہ پوری دنیا کا پریس انہی کے اشارے پر کام کرتا ہے۔ اس وقت جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے، اس کے پیچھے اور بھی بہت سے محرکات ہیں، لیکن ان محرکات میں سے سب سے طاقتور یہودی لابی ہے۔ میں یہودیوں کے چہرے سے نقاب الٹنا چاہتا ہوں، تاکہ پوری دنیا کی اقوام کو بالخصوص اور اسلامی دنیا کو بالعموم یہودیوں کے اصل عزائم سے آگاہی ہو۔ یہ جمہوری تماشہ جو ہم نے اپنے ملک میں رچا رکھا ہے، یہ یہودیوں اور ان کے حواریوں کی پیداوار ہے، جس کے نتیجے میں ایک عورت اسلامی تاریخ میں پہلی دفعہ سربراہ حکومت بننے میں کامیاب ہوئی۔ یہ کمال اس جمہوریت کا ہے، جس کے نتیجے میں ہمیں وہ دن دیکھنا پڑا....! لیکن افسوس صد افسوس کہ ہمارے بزرگانِ دین، علماء، حکماء و فقہاء سبھی اس خوبصورت پری کے عاشق ہیں، جمہوری نظام کے داعی ہیں، بلکہ جمہوریت کی منقبتیں سنانے میں رطب اللسان ہیں، جمہوری عمل میں حصے دار ہیں اور پوری دنیا نے دیکھا کہ ایک عورت کی سربراہی کے خلاف قرآن و حدیث سے مواد پیش کرنے والے خود انتخابات میں سرگرم عمل تھے۔ کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اس طرز انتخابات کے نتیجے میں کیا کیا ہو سکتا ہے؟ شاید سب کچھ جانتے ہوئے بھی ہمارے بزرگ مجبور تھے کہ وہ انتخابات میں حصہ لیں اور بار بار حصہ لیں!

لوگ مجبور کیوں ہیں؟ کیا اتنی بڑی مجبوری ہے، جس کا کوئی مداوا نہیں ہو سکتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجبوری مغرب کی طرف سے آئی ہے، لیکن درحقیقت اس مجبوری کے پیچھے بھی یہودیوں کا ہاتھ ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ہمیں کچھ غور کرنا ہوگا۔

اس صدی کے شروع میں (۱۹۰۵ء) روس میں ایک ایسا کتابچہ منظرِ عام پر آیا، جس میں یہودیوں کے اعلیٰ ترین بزرگوں نے خفیہ اجلاسوں میں اپنی قوم کے لیے ایک لائحہ عمل تیار کیا۔ اس کتابچے کو منظرِ عام پر لانے والے تھے، پروفیسر نائلس (NILLS) جو روس میں ایک چرچ کے پادری تھے۔ پہلا کتابچہ روسی زبان میں شائع کیا گیا تھا۔ یہودیوں کی بدنام زمانہ تنظیم "فری میسن" کو کون نہیں جانتا۔ انہوں نے دنیا کے ہر ملک بلکہ ہر بڑے شہر میں "فری میسن لاج" بنا رکھے تھے۔ مقامی زبان میں ہم لوگ ان گھروں کو "جادو گھر" کہا کرتے تھے۔ ان میں سے کوئٹہ چھاؤنی اور لاہور مال پر واقع فری میسن لاج تو میں نے خود دیکھے ہیں۔ ان گھروں میں صرف اس تنظیم کے ممبران ہی جا سکتے تھے اور ان کے اجلاس انتہائی رازداری کے ساتھ ہوتے اور دنیا میں اب بھی ہوتے ہیں۔ اسی خفیہ تنظیم کی ایک عورت نے ان رازوں کو افشا کر دیا، جو مندرجہ ذیل بیان سے صاف ظاہر ہے۔ یہ پیراگراف اسی کتابچے کے تعارف

Introduction to the Protocols

سے لیا گیا ہے اور کتاب کا نام ہے

Protocols of the meetimgs of the Elders of Zion

پیراگراف ملاحظہ فرمائیے:

He says that a copy had been handed over to him by a friend, being a true translation of an original document (probably in Hebrew) stolen by a woman from one of the most influential and highly initiated leaders of free-mas-cnry, at the end of a meeting of the Jews initiated in France"The nest of Jewish Masonic Conspiracy"

ترجمہ: پروفیسر نائلس کہتا ہے کہ اس کتابچے کی ایک نقل اس کو ایک دوست کے ذریعے ملی، جو کہ اصل مسودے کا صحیح ترجمہ تھا۔ یہ مسودہ ان انتہائی خفیہ اجلاس کی کارروائی پر مشتمل تھا، جو ایک عورت چرانے میں کامیاب

یہودی مفکرین نے صدیوں قبل جو جال پھیلایا تھا، ہم بڑی عقیدت، رغبت اور ایمانداری کے ساتھ خود کو اس میں پھنسا چکے ہیں

ہوگئی، جو کہ فرانس میں منعقد ہوا تھا یا جس کا آغاز فرانس سے ہوا تھا۔ اس خفیہ میٹنگ کا نام تھا "یہودی خفیہ تنظیم کی سازشوں کا آشیانہ"!

اس کے بعد ہی روس میں مارچ ۱۹۱۷ء میں زار روس کا تختہ الٹ دیا گیا اور روس میں بالشویک انقلاب برپا ہوا۔ پروفیسر نائلس کو گرفتار کر لیا گیا اور اذیتیں دے دے کر ختم کر دیا گیا اور ساتھ ہی یہ حکم نافذ کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس یہ کتابچہ پایا گیا، اسے گولی مار دی جائے گی۔ ابھی تک یہ کتابچہ روس، جنوبی افریقہ اور اسرائیل میں ممنوع ہے۔ اس کو رکھنے والا شخص قانوناً قابلِ سزا ہے۔ اس کتابچے کا انگریزی ترجمہ ایک برطانوی صحافی "ڈاکٹر۔ ای۔ مارسڈن" نے کیا، جو انقلابِ روس کے وقت اخبار "مارننگ پوسٹ" کا روس میں اخباری نمائندہ تھا۔ مارسڈن اور نائلس اصل میں چاہتے کیا تھے؟ مندرجہ ذیل پیراگراف ملاحظہ فرمائیے، تو ساری بات سمجھ میں آجائے گی۔

Nilus was very much concerned to expose

یہودی تعلیم یافتہ طبقے کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتے تھے اس لیے ووٹ کی قیمت برابر کر کے تعلیم اور ذہنی سطح کے فرق کو مٹا دیا گیا۔

ruthless, cold-blooded conspiracy for the destruction of the Christian Civilization. Naturally he was interested mainly to save Christianity although the "Jewish Masonic Conspiracy" is a threat-much of it already realized to all cultures, specially the Islamic thought and civilization. Christianity was just a first phase of its multi-pronged thrust in all directions.

ترجمہ:۔ نائلس یہودیوں کی ان بے رحم اور سفاک خفیہ سازشوں سے پردہ اٹھانا چاہتا تھا، جو عیسائی تہذیب و تمدن کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کی جا رہی تھیں۔ قدرتی طور پر پروفیسر نائلس کا اصل مقصد تو عیسائیت کو اس تباہی سے بچانا تھا، حالانکہ یہ سازشیں تو دُنیا کی تمام دوسری اقوام کی تباہی کے لیے کی جا رہی تھیں، جو یہودی نہیں ہیں، خصوصی طور پر فلسفۂ اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن، عیسائیت کی تباہی تو صرف ان کا پہلا مرحلہ تھا۔

انقلابِ روس دراصل یہودی بزرگوں کی ان خفیہ سازشوں کا ایک حصہ تھا، جو وہ پوری دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے۔ جیسے میں نے شروع ہی میں کہا تھا کہ مارکس کون تھا؟ وہ یہودی تھا اور فری میسن کا کارندہ تھا۔ مندرجہ ذیل پیراگراف ملاحظہ فرمائیے:

The years have shown that almost every great world event has followed the course laid

ness, has come forth all our strength, which has now brought us to the thresh hold of sovereigaty over all the world.

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب لوگوں کو دنیا میں بکھر جانے جیسے تحفے سے نوازا - دنیا والوں نے اس بکھرنے کو ہماری کمزوری گردانا، حالانکہ ہم طاقتور بن کر ابھرے، حتیٰ کہ ہمیں پوری دنیا سے طاقتور ہونے کے قریب تر کر دیا -

اسی کتاب میں بنجمین ڈزرائیلی جن کا اصل نام اسرائیلی تھا ۱۸۴۸ء میں کہا :-

"The world is governed by different personages from what is imagined by those who are not behind the scenes" He went on to show that these personages were all jews.

ترجمہ :- کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ دنیا کے جو بھی حکمران نظر آ رہے ہوتے ہیں، دراصل ان کے پیچھے حکومت کرنے والے ہاتھ اور ہوتے ہیں - اس نے کہا کہ درپردہ لوگ تمام کے تمام یہودی ہوتے ہیں -

یہودیوں کے بزرگوں نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے ایک خفیہ نقشہ تیار کیا، اس نقشے میں یہودی قوم کو ایک بہت بڑے سانپ سے تشبیہہ دی - پروگرام کے مطابق، اس سانپ نے ۴۲۹ قبل از مسیح یورپ کے ایک ملک یونان سے اپنے سفر کا آغاز کیا - اس وقت یونان کا حکمران پیریکلز (PERICLES) تھا - ۶۹ قبل از مسیح میں روم میں داخل ہوا - اس وقت روم کا حکمران آگسٹس تھا - تیسرے مرحلے میں یہ میڈرڈ (MADRID) میں داخل ہوا جبکہ وہاں کا حکمران چارلس پنجم تھا - چوتھے مرحلے میں یہ پیرس جبکہ وہاں کا حکمران ۱۷۹۰ء میں لوئیس ۱۷۱۶ (۲۶) تھا - پانچواں ملک برطانیہ کی عیسوی ۱۸۱۴ء حتیٰ کہ نپولین کو فرانس میں زوال

down by the secret authors, the elders of Zion, of the 33rd. Degree, Wars, Slumps, Revolutions, the rise of cost of living and chronic unrest are all fore-told as leading to the ultimate goal of world conquest through the back-door means.

ترجمہ :- ماضی کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں رونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات یہودی بزرگوں کی مرتب کردہ خفیہ دستاویزات کے عین مطابق رونما ہو رہے ہیں - پوری دنیا میں جنگ و جدل، انقلابات قیمتوں میں بے تحاشہ اضافہ، مستقل بے چینی دراصل چور دروازوں سے پوری دنیا کو زیر نگیں کرنے کے حربے ہیں -

کہا جاتا ہے کہ ان مسودات کا مجموعہ جدید یہودیت کے روحانی باپ مرحوم تھیوڈور ہرزل نے ۱۸۹۷ء میں چھپوایا تھا، ہرزل کے جانشین ڈاکٹر ویز مین نے ۱۹۲۰ء میں کہا :-

A beneficent protection which God has instituted in the life of the Jew is that He has dispersed him all over the world.

یہودی کی زندگی کے لئے ایک انتہائی مفید حفاظت جو اللہ تعالیٰ نے تفویض کر دی ہے وہ یہ ہے کہ اسے (یہودی کو) پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے -

آگے چل کر ڈاکٹر ویز مین کہتا ہے -

"God has granted to us, His chosen People the gift of dispersion, and from this, which appears to all eyes to be our weak-

آ گیا۔ اس سانپ کے سفر کی چھٹی منزل یا نشانہ ۱۸۶۱ء برلن - ۱۸۸۱ء کو اس نے اپنا منہ روس کی طرف کر لیا۔ سانپ کے راستے کے جتنے ملک اور علاقے بیان کیے گئے ہیں ان ممالک میں یہودی ذہن جو چاہتا تھا، کرتا چلا آیا۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۵ء میں اس نے اپنی پوری توجہ، پوری توانائی کے ساتھ روس میں مرکوز کر دی۔ یہ وہی وقت تھا، جب یہ مسودہ پروفیسر نائلس کے ہاتھ لگا۔ روس میں جو انقلاب برپا ہوا تھا اس سے متعلق پہلے ہی ذکر کیا جا چکا ہے۔

ایک اور پیراگراف ملاحظہ فرمائیے:

It is now well-known to us to what extent the latter cities from the centres of the militant jewish race. Constantinople is shown as the last stage of the Snake's course before it reaches Jerusalem.

ترجمہ:- یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ متذکرہ بالا شہروں

صدیوں سے آپس میں برسرپیکار
یہودیوں اور عیسائیوں نے ایک
صدی قبل مسلمانوں کے خلاف
ایک اتحاد قائم کر لیا ہے

میں کس قدر یہودی نسل کا اثر و رسوخ ہے۔ یروشلم پہنچنے سے پہلے سانپ کے سفر کا آخری مرحلہ قسطنطنیہ ہے۔

اگر ہم غور کریں، تو حیرت ہوتی ہے کہ ۴۲۹ ق م میں یہودی بزرگوں کے پروگرام کے تحت کی جانے والی کارروائی نے آگے چل کر یونان کے کلچر کو یوں تباہ و برباد کر دیا، جیسے اجڑے ہوئے کھیت۔ یہ وہی یونان ہے، جس نے دنیا کے، اس انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی مہیا کی۔ یونانی فلاسفر، طبیب، دانشمندان، ریاضی دان آج تک پوری دنیا کے لیے ایک ضرب المثل کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ آج نئی نسل یہ بھی نہیں جانتی کہ یونان واقع کہاں ہے۔ سکندر اعظم کی عظیم فتوحات آج تک یونانیوں کے لیے ایک قابلِ فخر کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

یہودی مفکرین نے یورپ و امریکہ کو پہلا نشانہ بنانے کا جو عزم کیا تھا اس کے تحت انہوں نے سب سے پہلے دو اہم ترین قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ عوام الناس کے اخلاق کی تباہی اور معیشت کو ختم ہونے والی پیچیدگیوں سے دوچار کر دینا۔ آگے چل کر ان کی ترجیحات میں پریس پر کنٹرول تھا۔ یہ تینوں مقاصد حاصل کیے جا چکے ہیں۔ آج یہودی جس خبر کو چاہے، دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دے۔ جس خبر کو چاہے سچ ثابت کر دے، جس خبر کو چاہے جھوٹ ثابت کر دے۔ معیشت پر یہودی کنٹرول کون نہیں جانتا۔ آج امریکہ جیسا عظیم ملک یہودیوں کا مرہونِ منت ہے۔

یوں تو یہودیوں نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے پوری دنیا میں متعدد اقدامات کیے اور حسبِ منشا ان کے نتائج بھی اپنے حق میں کر لیے لیکن انہوں نے موجودہ جمہوریت کو فروغ دے کر پوری دنیا کو بے وقوف بنایا جو آج ہمیں تاریخ کے اس موڑ پر لے آئی ہے جہاں ہمارے لیے تاریخِ اسلام میں پہلی دفعہ ایک عورت کی سربراہی قبول کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا۔ ملاحظہ فرمائیے (صفحہ ۷۰) سے:-

Voting which we have made the instrument which will set us on the throne of the world. To secure this we must have everybody vote without distinc-

tion of classes and qualifications in order to establish absolute majority, which nannot be got from the educated classes. In this way we shall create a blind, mighty force which will never be in a position to move in any direction without the guidance of our agents set at its head by us as leaders of the mob. The people will submit to this regime because it will know that upon these leaders will depend its earnings, gratifications and the receipts of all kinds of benefits.

ترجمہ :- ووٹ کو ہم ہتھیار کے طور پر استعمال کریں گے، جو ہمیں دنیا کی حکمرانی حاصل کرنے کے لیے مدد دے گا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہم ووٹ کی قیمت سب کے لیے برابر کر دیں گے جس میں کسی مخصوص کلاس یعنی طبقہ یا تعلیم کے فرق کو مٹا دیں گے تاکہ ہم فیصلہ کن اکثریت حاصل کر سکیں۔ تعلیم یافتہ طبقے کے ذریعہ ہم یہ مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ اس طریقے سے ہم ایک اندھی مگر زبردست عوامی طاقت حاصل کر لیں گے، جو کبھی بھی اس قابل نہیں ہو گی کہ اپنی سمت تبدیل کر سکے، سوائے اس کے جو ہمارے ایجنٹ انہیں بتائیں گے، جنہیں ہم انسانی انبوہ کا لیڈر بنا دیں گے۔ لوگ اس نظام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ ان کی کمائیاں، مراعات و مفاد اسی میں مضمر ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہودی منکرین نے آج سے صدیوں پہلے جو جال پھیلایا تھا ہم کس طرح انتہائی عقیدت و رغبت، ایمان داری اور عزم صمیم سے۔ اس جال میں اپنے آپ کو پھنسا چکے ہیں۔

کتنے چاؤ سے ہم نے جمہوریت کی زنجیریں اپنے پاؤں میں پہن رکھی ہیں۔ کتنا ہمیں ناز ہے کہ آج پاکستان دنیا کے جمہوری اور معزز ممالک کی صف میں آن کھڑا ہوا ہے جہاں اس کی عظمت کو چہار سو چار چاند لگ گئے ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ اسی ووٹ کے بل بوتے پر ہم پاکستان جیسے اسلام کے قلعے کی بنیادیں دراڑیں ڈالنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ آج اسی خوب صورت دیوی کے حسن کی پرستش کی نذر ہم اپنے دین تک کو کر چکے ہیں۔ اسی کے حضور دست بدستہ کھڑے ہو کر ہم یہ بھول گئے کہ ہم حامل قرآن امت ہیں جسے اقوام عالم کی امامت پر مامور کیا گیا تھا۔ ہم نے بلالحاظ رنگ و نسل، مذہب و فرقہ دنیا کے تمام انسانوں کو ہر قسم کی غلامی سے آزاد کروانا تھا، لیکن حیف کہ ہم خود ہی دشمنوں کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس گئے۔ ہمارے بال و پر کاٹ کر رکھ دیئے گئے، ہم بے بس بنا دیئے گئے۔

اس لیے جناب والا! کہ ہم قرآن کو چھوڑ کر روایات میں کھو گئے، وہی قرآن جو فرقوں، جماعتوں اور پارٹیوں کو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ:-

"جو کتاب اللہ کے مطابق حکومت نہیں کرتے تو یہی لوگ کافر ہیں" (۵:۴۴)

اور اس کے بعد خود رسول خدا سے ارشاد ہوا کہ

ترجمہ :- (اے رسولؐ) تم ان لوگوں میں کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم کرو اور جب یہ کتاب (حق) تمہارے پاس آ چکی ہے۔ تو پھر انسانوں کے خیالات اور آراء کا اتباع مت کرو۔ (۵:۴۸)

اتنے واضح احکامات قرآنی کے باوجود ہم صدیوں سے جمہوریت کے اس صحرائے بے آب و گیاہ میں سفر کرنے پر مجبور رہے ہیں تو کیوں؟ ہم لوگ ایک عادلانہ و منصفانہ نظام حکومت کی تلاش میں سرگرداں ہیں تو کیوں؟ ہم پیاسے ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں اور ٹھنڈے پانی کا مشکیزہ ہمارے بغل میں ہے تو ہم کس کو ٹھہرائیں؟ جہاں تک انسانی

زندگی کی رہنمائی اور امورِ مملکت کا تعلق ہے، قرآنی اصول و اقدار کا مفہوم متعین اور واضح ہے رشل جب وہاں سادی مملکت کے متعلق کہتا ہے کہ وَاَمْرُهُمْ شُورٰی بَیْنَهُمْ (۴۲ : ۳۸) ان کے معاملات باہمی مشاورت سے طے ہوں گے، تو بتائیے کہ اس سوال کا مفہوم سمجھنے میں کسی قسم کا ابہام یا اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔ فرق صرف ان اصولوں کو پورے نا ملانے کا ہے ــــــــــ دین صرف دو جماعتوں کا تقاضا کرتا ہے، جماعتِ مومنین اور جماعتِ کافرین۔ کسی مخصوص طبقے یا جماعت کو دین کا متبادل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جب، ہم دین کے بنیادی فیصلوں کے برعکس درجن بھر اسلام پسند جماعتیں بنانے میں آزاد ہوں گے اور جمہوریت کے اصولوں کے مطابق ایک دوسرے کے مقابلے پر میدانِ سیاست میں اتر آئیں گے اور بلا تشخیص عقل و شعور سب کے لیے رائے دہی کا اصول اپنا لیں گے تو نتیجے میں حکمران بننے کے لیے جماعت کی سربراہ چاہے عورت ہی ہو، آپ کو اسے سلام کرنا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی کرنا پڑا اور اس کے مہلک نتائج کا سامنا بھی۔

بنجمن ڈزرائیلی نے کہا!

دنیا کے تمام حکمرانوں کے پیچھے حکومت کرنے والے اصل ہاتھ دراصل یہودیوں کے ہوتے ہیں۔

ــــــــ کیا ہم اس جمہوریت کے عمل میں خود حصے دار نہیں؟ جہاں سر گنے جاتے ہیں، کیا ہم نے خود ہی اپنے ناخنوں سے اپنے سر خون آلود نہیں کر لیے؟ اور اب بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر خود ہی حیران و پریشان ہیں کہ یہ خون کہاں سے آرہا ہے اور ثابت کرنے بیٹھ گئے ہیں کہ ہم ناحق خون نہیں بہنے دیں گے۔

آخر میں، میں یہودی بزرگوں کا پیش کردہ نقشہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کروں گا، جس میں ان کی آخری منزل "فلسطین" دکھائی گئی ہے، (یہودی قوم) یعنی سانپ کا سر یروشلم پر دکھایا گیا ہے اور اس کا کنڈل بہت سارے ملکوں کے علاقوں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

یہ تمام ممالک اسلامی ممالک ہیں۔ صدیوں پرانے خاکے میں انہوں نے حقیقی رنگ بھر کر پوری دنیا کو دکھا دیا ہے کہ جو ان لوگوں نے سوچا وہ کر دکھایا۔ ہم تو بچپن سے علماء اور اساتذہ کی زبانی سنتے رہے ہیں کہ یہودیوں کا کوئی وطن نہیں ہو سکتا۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے، یہ حدیث کا فیصلہ ہے۔ نہ جانے یہ سچ ہے یا جھوٹ، لیکن یہ سچ ہے کہ آج ملک اسرائیل ایک خواب نہیں، حقیقت بن کر پوری دنیا کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصی چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسرائیل کی فوج، اسرائیل کا محکمۂ جاسوسی، اسرائیل کی ایٹمی صلاحیات، اسرائیل کا جدید ترین اسلحہ، پوری دنیا کے لیے خطرے کی علامت بن کر ابھر چکا ہے۔ اسلامی دنیا کے لیے اسرائیلی ریشہ دوانیوں کا جال مسلمانوں کی عقل و شعور، غیرت و حمیت، دینی تقاضوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے، جنہیں ہم دوست سمجھتے ہیں، وہ بھی یہودیوں کے ہاتھوں میں کھلونے بن چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، اسٹیفی سولارز کی کارستانیاں جو دیکھنے کو امریکی، لیکن کٹر یہودی ہے اور پاکستان کا کھلا دشمن۔

آئیے سب مل کر حالات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اختلافِ رائے کو بھی ایک ہونے کے لیے استعمال کریں

Let us differ
to unite

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو اور محمد عربی کا دستِ شفقت ہمارے سروں پر قائم رہے۔ آمین۔

مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ کی تصانیف دفتر نقیب ختم نبوت سے حاصل کریں!

ــــــــ (ادارہ) ــــــ

مردم شماری

مجید لاہوری

ہو گیا ہے کام اب مردم شماری کا تمام
پوچھتا ہے آپ سے یہ آپ کا ادنیٰ غلام

مُلک میں موجود ہیں بہتر سے بہتر آدمی
دیکھنے میں ایک سے ہے ایک بڑھ کر آدمی

آدمی ہی آدمی آباد ہیں اس دیس میں..
آدمی کتنے ہیں لیکن آدمی کے بھیس میں

کس قدر انسان ہیں اور کس قدر حیوان ہیں
ہیں فرشتے کتنے اور کتنے یہاں انسان ہیں

بھیڑیئے کتنے ہیں اور بھیڑوں کی کیا تعداد ہے
کتنے چیتے اور کتنی خرس کی اولاد ہے

کتنے کتے ہیں کہ جو اپنی گلی میں شیر ہیں
کتنے گدھے ہیں اور سڑی لاشوں کے کتنے ڈھیر ہیں

ان میں کتنے سانپ اور بچھو ہیں کتنے اژدہے
کتنے گھوڑے کتنے خچر اور ہیں کتنے گدھے

آدمی کتنے ہیں ان میں کتنے آدم خور ہیں؟
اہلِ دانش کس قدر کتنے "بلنڈر بور" ہیں

مردم آزاروں کی بھی مردم شماری کیجئے
اور "ڈان" اخبار میں اعلان جاری کیجئے

خرس کا سر، شکل بندر کی ہے مُنہ خنزیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے انسان کی تصویر کا

مسنز انجمن آرا صدیقی (کراچی)

پاکستان میں نفاذِ شریعت

جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے۔ اس کی قدر کرنے والے مسلمان اسی کوشش میں رہے ہیں - کہ پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ ہو۔ اور یہاں کے ملکی قوانین شرعی بنیادوں پر استوار ہوں۔ حکومت اور عوام، سب انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی احکامات کی پابندی کریں - پاکستان کے مسلمانوں کی غالب اکثریت کی یہ خواہش اور دیرینہ مطالبہ اس ناقابل تردید حقیقت کی روشنی میں سوفیصد صحیح بھی ہے کہ یہ ملک صرف اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارے یہاں دو چار طبقات ایسے بھی پروان چڑھے ہیں جو مسلمان ہونے کے دعویدار تو ہیں - مگر اسلامی شریعت اور اسلامی اقدار و شعار کا نفاذ انہیں بالکل پسند نہیں ان کی طرف سے کبھی کہا جاتا ہے کہ "شرعی حدود نامنظور" تو کبھی "ایک شخص کی مرتب کی ہوئی شریعت منظور نہیں" تو کبھی "مخصوص برانڈ اسلامی شرع نامنظور"! غرض آئے دن نت نئے عنوانات قائم کر کے نفاذ شریعت کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں - ایسی معاندانہ روش اور مخالفانہ طرز عمل سے دین سے ناواقف ذہن میں اس سوال کا ابھرنا فطری امر ہے۔ کہ شائد یہ مسئلہ امت محمدی کے درمیان متفق علیہ نہ ہو یا متنازع فیہ ہو۔ جبکہ درحقیقت شریعت سے بغاوت کرنے والے ایک چھوٹے سے گروہ کے علاوہ پوری امت واحدہ نفاذ شریعت پر متفق اور مصر ہے یہ مسئلہ تو آج سے چودہ سو سال پہلے سرور عالم صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم کے دور ہی میں قطعی طور پر واضح احکام ہدایات، دفعات، اور عملی نمونے کے ساتھ طے پاچکا ہے۔ اسلئے نفاذ شریعت سے گریز کی جسارت بہت تعجب خیز اور افسوسناک ہے۔ یہ تو ان یہود کی روش نظر آتی ہے جنکی مذموم جسارتوں کا نتیجہ قرآن مجید میں پرودگار عالم نے بیان فرمایا -------(سورہ البقرہ آیت 61) "آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ذلت وخواری اور پستی و بدحالی ان پر مسلط ہو گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے - یہ نتیجہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرنے لگے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے لگے - اور نتیجہ تھا ان کی نافرمانیوں کا اور اس بات کا کہ وہ حدود شرع سے نکل نکل جاتے تھے" --------- قرآن کریم میں خداوند بزرگ و برتر نے ان تمام نعمتوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے - جو وہ بنی اسرائیل پر وقتاً فوقتاً نازل فرماتے رہے - پھر کفران نعمت پر اور شرعی حدود سے ان کی بار بار روگردانی پر غیظ و غضب کا اظہار فرمایا - انہیں مستحق غضب قرار دینے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اللہ کی تعلیمات میں سے جس بات کو اپنے جذبات اور خواہشوں کے خلاف دیکھا اسکو ماننے سے انکار کر دیا یا یہ کہ ایسے کسی کام سے جانتے بوجھتے بھی کہ یہ خلاف احکام الہی ہے باز نہ آئے - بلکہ پوری ڈھٹائی کے ساتھ انکی خلاف ورزی کی یا پھر احکام خداوندی کے مفہوم کو جان بوجھ کر اپنی خواہش کے مطابق بدل ڈالا اور اپنی ذلت اور رسوائی کا ساماں کیا - اسکی تصدیق بائیبل میں یوں کی گئی ہے - کہ حضرت سلیمان کے بعد بنی اسرائیل تسلسل کے ساتھ انحطاط اور پستی کی طرف مائل رہے - باوجودیکہ ان میں بکثرت انبیاءٔ کرام کی بعثت ہوتی رہی - مگر وہ خود اپنی اصلاح تو کیا کرتے انہوں نے الٹا مقدس بزرگوں کو تبلیغ دین اور سعیٔ اصلاح کی پاداش میں طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دیں یہاں تک کہ بعض انبیاءٔ علیہم السلام کو شہید بھی کر دیا۔

کیا اس وقت پاکستان کے دین بیزار گروہ کی روش کا وہی معاندانہ اور باغیانہ انداز نہیں! جو بنی اسرائیل کا حدود شرع کے متعلق تھا اور جنکی وجہ سے وہ مبتلائے عذاب ہوئے جبکہ ہمارے لئے خود قرآن حکیم نے (سورۃ الحشر آیت 7 پارہ 28 میں) واشگاف الفاظ میں اعلان فرما دیا ہے۔ "اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک

دیں رک جایا کرو۔ " اسی طرح سورۃ نساؔمیں ہے (آیت 49) " جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ " دوسری جگہ (آیت 80 میں) ارشاد ربانی ہے۔ " جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی۔ " سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا کہ " تم لوگوں کے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک نمونہ موجود ہے۔ " سورۃ النجم (آیت 3 اور 4) میں فرمان الٰہی ہے۔ " وہ (محمد) اپنی مرضی اور خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے یہ تو وحی ہے جو انپر نازل کی جاتی ہے۔ " سورۃ النساء میں ہے (آیت 105) " اے محمد ہم نے آپ پر کتاب (قرآن) حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے۔ تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اپنی سوجھ بوجھ سے جو اللہ نے آپکو عطاؔ فرمائی ہے۔ فیصلہ کریں۔ " سورۃ قیامت میں ہے " پھر اس قرآن کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمے ہے۔ " ہمارے حضور پر نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا " میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک کتاب اللہ دوسری میری سنت (یعنی عملی زندگی)۔ " غرض یہ کہ شریعت قطعی واضح ہدایت کے ساتھ قیامت تک کے لئے مشعل راہ ہے۔ اس سے کسی کو انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ خداوند عالم نے قرآن کریم میں امت رسول کو متنبہ بھی فرما دیا کہ " جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امرِ حق ہو چکا ہو اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ پر ہو لیا تو ہم اس کا رخ اسی طرف رہنے دینگے جدھر وہ رخ کرے گا اور اسکو جہنم میں داخل کرینگے ---------- اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اسکے ضابطوں سے نکل جائے گا اسکو آگ میں داخل کرینگے " وغیرہ وغیرہ۔

اتنی واضح اور روشن قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی شریعت یا حدود شرع کی اہمیت و ماہیت کو سمجھنے میں کسی دشواری اور شبہ کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ خاص کر وہ شرعی حدود جن کی صراحت و وضاحت قرآن و سنت سے بخوبی میسر ہے۔ پھر بھی کوئی مسئلہ امت مسلمہ کو ایسا درپیش ہو کہ جس کے لئے قرآن و سنت خاموش ہوں تو ایسی صورت میں بھی قواعد و کلیہ اور راہنما اصول ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اجتہاد کو ایسے مسائل معلوم کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے یہ اجتہاد ایک مستقل شعبہ ہے۔ نہ کہ آج کل پارلیمنٹ کے ذریعہ جس اجتہاد کی باتیں بہت ہو رہی ہیں۔ کیونکہ اسمبلی میں پہنچنے والا خواہ کتنا ہی دنیاوی علوم و فنون کا ماہر ہو۔ جب تک دینی علوم قرآن و سنت اور فقہ سے پوری طرح واقف نہ ہو ایسے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت سے بالکل محروم ہوگا۔ جبکہ اجتہاد کا تو اصل الاصول یہی ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کیا جائے پھر حدیث نبوی اور سنت رسول، پھر صحابہ کرام کی آرا اور انکے تعامل، پھر اجماع امت سے رجوع کیا جائے۔ اور اسکے ساتھ تقویٰ اور خلوص نیت اولین شرط ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن پر قاضی اور حاکم بنا کر بھیجا تو حضور نے وقت رخصت آپ سے دریافت کیا کہ تم فیصلہ کس طرح کرو گے تو آپ نے جواب دیا " میں پہلے قرآن کی طرف رجوع کرونگا۔ اس میں حکم مل گیا تو اور طرف نہ دیکھونگا۔ اور اگر اس میں نہ ملا تو آپ کی حدیث و سنت دیکھونگا۔ اور اگر اس میں بھی نہ ملا تو پھر اپنے اجتہاد اور قیاس کو کام میں لاؤنگا۔ "

اجتہاد کے اس مسلمہ اصول کی روشنی میں کیا کوئی شخص صرف پارلیمنٹ میں رکنیت حاصل کرنے کی وجہ سے اجتہاد یا افتاء کا مجاز ہو سکتا ہے۔؟ جبکہ ہماری اسمبلی کی رکنیت کے لئے کسی علمی سند کی پابندی بھی نہیں اور علمی سطح کا تو یہ عالم ہے کہ عوام کی اکثریت ہی پڑھنے یا لکھنے سے قاصر ہے۔ علم و فضل تو بہت دور کی بات ہے! قومی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان ہمارے یہاں اکثر و بیشتر دینی علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ایسے ارکان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ شرعی مسائل حل کر سکیں گے یا شریعت کی روشنی میں قانون بنا سکیں گے غلط اور عبث ہے۔

باقی جہاں تک نفاذ شریعت کے ناگزیر ہونے کا تعلق ہے تو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے قرار داد مقاصد منظور کر کے بحث و مباحثہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہوا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۵۳ پر)

خالد ہمایوں

چلو بھائیو کشمیر جنت ملدی اے

کشمیر میں پہلی دفعہ ۱۹۳۱ء میں ایک بڑی تحریک کے شعلے بھڑکے تھے - وہاں کسی بدبخت نے قرآن کی بے حرمتی کر دی تھی - ڈوگرہ حکومت کے ظلم و تشدد سے مسلمان پہلے ہی دکھی تھے ' قرآن کی بے حرمتی کے واقعہ نے ان کے جذبات میں آگ بھر دی - حکومت کا ظلم و جور بڑھا تو مظلوم کشمیریوں کی جدوجہد کو بھی بال و پر مل گئے - ادھر پنجاب میں مجلس احرار اسلام نے مسلمانوں کی دینی غیرت کو جھنجھوڑا تو وہ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لے کر نکل آئے - اس دوران مرزائیوں نے تحریک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی مگر احرار اور علامہ اقبال نے ان کی سازشوں کو خاک میں ملا دیا - مولانا مظہر علی اظہر نے سیالکوٹ میں کارنیشن پارک (موجودہ جناح پارک) میں مجاہدین کا کیمپ قائم کر دیا جہاں سے روزانہ مسلمان جتھوں کی صورت میں جموں کا رخ کرتے تھے -

اس وقت میری عمر نو دس سال کے لگ بھگ تھی لیکن اس تحریک کے بہت سے منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں - ہمارا شہر سیالکوٹ دن رات ڈوگرہ حکومت اور مرزائیوں کے خلاف دل ہلا دینے والے نعروں سے گونجتا رہتا تھا

لا کے نعرہ تکبیر — فتح جموں تے کشمیر
مویا راجہ تے وزیر — آگئی مرزے دی تقدیر

یا پھر گلیوں میں نوجوان ' بوڑھے اور بچے ٹولیوں کی شکل میں یہ الفاظ کہتے ہوئے گزرتے تو سننے والوں کو نئے جذبوں سے سرشار کر دیتے تھے -

چلو بھائیو کشمیر جنت ملدی اے

ہر طرف عجیب جوش و خروش کا سماں تھا - جو لوگ جتھوں میں شامل ہونے کے لئے گھروں سے نکلتے ' انہیں گری اور چھواروں کے ہار پہنائے جاتے اور جلوس کی شکل میں انہیں کیمپ تک پہنچایا جاتا - ان کی قمیضیں سرخ ہوتی تھیں - یہ رنگ ان کے شوق شہادت کی علامت ہوتا تھا - بلکہ مجھے یاد ہے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی سرخ کپڑے پہننے شروع کر دیئے تھے - گلیوں اور بازاروں میں رنگسازوں نے جگہ جگہ اڈے بنا رکھے تھے - لوگ آتے اور کھڑے کھڑے قمیضیں رنگ کروا کے لے جاتے - جلوس پر جانے اور ڈوگرہ حکومت سے ٹکرانے کا جذبہ اتنا زیادہ تھا کہ سیالکوٹ شہر مردوں سے بڑی حد تک خالی ہو گیا - پیچھے رہ جانے والوں میں یا عورتیں تھیں یا بچے اور بوڑھے - ان کا کام جلوس نکالنا اور برطانوی سامراج اور کشمیر کی ڈوگرہ حکومت کے خلاف نعرے بلند کرنا تھا - ہر قسم کے کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گئے تھے -

مجھے یاد ہے ایک روز اباجی دادی کے پاس چارپائی پر بیٹھے جتھوں میں شامل ہونے کے لئے اجازت طلب کر رہے تھے - کچھ عرصہ ہی پہلے انہیں ملتان میں نوکری ملی تو دادی نے کہا تھا " محمد سلطان ! تم اور تمہارا چھوٹا بھائی میری دو آنکھیں ہو - میرے جیتے جی کہیں نہ جاؤ - تم میرے سامنے رہتے ہو تو میرے کلیجے ٹھنڈ رہتی ہے - میں ایک گھڑی تمہاری فرقت برداشت نہیں کر سکتی - خدا تمہیں یہاں بھی بہت رزق دے گا - " چنانچہ اباجی نے ملازمت کا ارادہ ترک کر دیا تھا اب جو انہوں نے اتنی " خطرناک مہم " پر جانے کی اجازت طلب کی تو دادی اجازت دینے پر فوراً تیار ہو گئیں - "

ساٹھ برس ہونے کو آئے ' دادی کے الفاظ آج بھی پوری طرح میرے حافظے میں موجود ہیں - اباجی کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے کہنے لگیں " بیٹا یہ تو دینی کام ہے - اس میں شامل ہونا چاہتے ہو تو میں تمہیں بخوشی اجازت دیتی ہوں لیکن یاد رکھو کتنی بھی تکلیف آئے کہیں پشت مت دکھانا ' حوصلہ نہ ہارنا - انشاء اللہ تمہیں فتح ملے گی - "

اجازت ملی تو اباجی کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو گیا - فوراً کسی کے ہاتھوں قمیض رنگ کروانے کے لئے بازار بھیج دی - تھوڑی دیر بعد خاندان کے سارے افراد انہیں ہار پہنا کر احرار کے کیمپ کی طرف روانہ کر دیا - دوسرے تیسرے روز اطلاع ملی کہ جموں کی سرحد پر حکومت نے

(بقیہ صفحہ ۲۱ میں)

پروفیسر عابد صدیق ۔ بہاولپور

ایک مطالعہ

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فارسی کے ممتاز ترین شعراء میں سے ایک ہیں۔ اور اُن کا یہ امتیاز چند در چند وجوہ سے قائم ہے۔ پند و موعظت میں اعلیٰ ترین شاعری اُن کا خصوصی کمال ہے جس میں انہوں نے دلنشیں انداز میں حکایات کے ذریعے اسلامی اخلاق کی تعلیم و ترغیب کا بے مثال کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

شیخ کا نام شرف الدین، لقب مصلح، اور تخلص سعدی ہے۔ شیخ کی وفات سن ۶۹۱ھ میں ہوئی۔ ایک روایت کی رُو سے شیخ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ اس طرح شیخ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ھ قرار پاتا ہے۔ شیخ کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے والدِ گرامی ایک باخدا اور پرہیزگار آدمی تھے۔ جن کو عبادت، شب بیداری اور تلاوتِ کلامِ پاک سے خاص شغف تھا۔ انہوں نے سعدی کی تربیت میں بہت کوشش کی۔ چنانچہ سعدی اپنی تربیت کا بڑا سبب والدِ بزرگوار کی تادیب زجر و توبیخ بتاتے ہیں۔ لیکن اُن کے والدِ گرامی اُنہیں کم سنی میں داغِ مفارقت دے کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ بعد میں آپ کی والدہ نے تربیت کی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے محقق طوسی کو شیخ سعدی کا ماموں یا قریبی رشتہ دار بتایا ہے۔ بہرحال اُس زمانے کے دستور کے مطابق شیخ نے تحصیلِ علم کے لئے مختلف سفر کئے اور طلبِ علم کی یہ آرزو سب سے زیادہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں پوری کی۔ جہاں علامہ ابنِ جوزی سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ زمانہ طالب علمی ہی سے شیخ کے دل میں تصوف و درویشی کے خیالات اور صفائے باطن کا شوق پیدا ہو چکا تھا۔ چنانچہ مختلف مشائخ کی صحبت سے فیض و برکت حاصل کرنے کے لئے شیخ سعدی نے مزید سفر کئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ کی صحبت رہی۔

عراق اور بغداد سے اپنے علمی تعلق کی وجہ سے سعدی ان دونوں جگہوں کا ذکر اپنے اشعار میں بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ محققین کا خیال ہے کہ مشرقی سیاحوں میں ابنِ بطوطہ کے بعد شیخ سعدی سب سے بڑے سیاح ہیں۔ ایشیائے کوچک، بربر، حبش، مصر، شام، یمن، عراق، فلسطین، آرمینیا، عرب، ایران، توران، ہندوستان، رودبار، دیلم، کاشغر اور جیحوں کے آگے تک اور بصرہ و بغداد سے سدِّ سکندری تک شیخ سعدی برسوں سیر و سفر میں رہے۔ اِس سیاحی میں شیخ سعدی نے بہت تکلیفیں اور مشقتیں بھی برداشت کیں اور علم و حکمت سے بھی بہت بہرہ مند ہوئے۔ تذکروں میں لکھا ہے کہ شیخ سعدی تقریباً اٹھارہ زبانیں جانتے تھے۔ شیخ نے اِن کے علاوہ بھی بہت سے ملکوں کی سیر کی۔ جن میں سے اکثر کا

ذکر گلستان اور بوستان میں کیا ہے۔ شیخ نے سمندروں میں بھی بارہا سفر کیا، خلیج فارس، بحرِ عمان، بحرِ ہند، بحرِ عرب، بحرِ قُلزم اور بحرِ روم وغیرہ میں متعدد بار سفر کیا۔ شیخ نے چودہ حج پیادہ پا کئے۔

شیخ سعدی کا خاص وصف یہ تھا کہ وہ غربت اور سفر میں بھی بادشاہوں اور اُمراءِ دولت کو نہایت بے باکی سے نصیحت کرتے تھے اور بادشاہوں کا جاہ و جلال شیخ کی حق گوئی میں مانع نہیں ہوتا تھا۔ شیخ کی درویشی اور مسافرانہ طرزِ زیست میں ایک ایسا دبدبہ تھا کہ اُمراء سلاطین شیخ کی نصیحت کو برداشت کرتے تھے، بلکہ خود طالبِ نصیحت ہوتے تھے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے نعتیہ شاعری میں کئی یادگار چیزیں چھوڑی ہیں۔ سب سے مشہور تو ان کے وہ چار مصرعے ہیں جو عربی زبان میں ہیں اور زبان زدِ خلائق ہیں۔ اور شاید ہی نعتیہ اشعار میں کوئی شعر یا قطعہ اقصائے عالم میں اس قدر مقبولیت حاصل کر سکا ہو ——— اور وہ چار مصرعے یہ ہیں:

بلغ العلیٰ بکمالہٖ | کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ | صلوا علیہ وآلہٖ

قبولِ عام میں یہ مصرعے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مشہور قطعے سے بھی زیادہ ہیں، جس کا آخری مصرع فارسی میں ہے۔ اور پہلے تین مصرعے عربی زبان میں ہیں ——— یعنی:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر | من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ | بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

شیخ سعدی نے بوستان کے شروع میں ستائشِ پیغمبر کے عنوان سے اکتیس اشعار پر مشتمل ایک شاندار نعت کہی ہے جس کا یہ شعر بے حد مشہور و مقبول ہوا کہ

اگر یک سرِ موئے برتر پرم | فروغِ تجلّی بسوزد پرم

مومنین اہل سنت والجماعت کے لیے ایک عظیم علمی تحفہ
کتاب نمازِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
قیمت ۴۸/۰۰ روپے

- جس میں مسائل قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ اور آثارِ صحابہؓ سے مدلل
- پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی نماز کی واضح علمی تصویر
- مستند مآخذ، علمی سرمایہ، عام فہم اندازِ بیان، دلکش ترتیب۔
- اردو خواں حضرات کیلئے مدنی تحفہ، جس کی افادیت مسلّم ہے۔
- امام ابوحنیفہؒ کی علمی عظمت، فلسفیانہ اندازِ استدلال اور سنت سے والہانہ وابستگی کی ایک جھلک۔

ہر اچھے بک سٹال سے یا براہِ راست ہم سے طلب کریں

تالیف: الشیخ محمد الیاس ... مدینہ منورہ
تقدیم: الشیخ محمد شفیق اسعد
سنی پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۶۶، لاہور

خادم حسین

"زبان میری ہے بات اُن کی"

● ـــــــــ کشمیر میں غیر آئینی تبدیلیوں کے لئے ہماری لاشوں سے گزرنا پڑے گا۔ (ممتاز راٹھور)

کمانڈر نیازی نے بھی یہی کہا تھا: "بھارتی فوج کو ڈھاکہ میں داخل ہونے کے لئے ہماری لاشوں سے گزرنا پڑیگا"۔

● ـــــــــ قاضی عبدالقدیر خاموش کی کراچی میں بے نظیر سے طویل ملاقات۔ (ایک خبر)

علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم کی رُوح تڑپاتی ہوگی۔

● ـــــــــ آصف زرداری کو نااہل قرار دے دیا گیا تو پی ڈی اے کی طرف سے ضمنی انتخاب نہیں لڑوں گا۔

(شاہ احمد نورانی)

ع "نام جنوں ہے میرا، ہستی کو بھلاتا ہوں!"

● ـــــــــ رشوت نہ دینے پر ٹریفک پولیس کے اہلکاروں نے ٹرک ڈرائیور کو ادھ موا کر دیا۔

(ایک خبر)

گورنر۔ وزیراعلیٰ، خدا کو کیا جواب دیں گے؟

● ـــــــــ ہارنے کے باوجود خدمت کرتا رہوں گا۔ (منور منج۔ پاکستان عوامی تحریک)

پہلے وانگوں لوکاں دی منج کٹ دا رواں گا۔

● ـــــــــ اسلام آباد میں وہی ہوتا ہے جو بیوروکریسی چاہتی ہے۔ وزیروں کو کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

(فیصل صالح حیات)

ع سب کچھ لٹا کے ہوش میں آئے تو کیا کیا!

● ـــــــــ کافی تکلیف اُٹھالی ہے۔ اب کہانی کا انجام چاہتا ہوں۔ (سلمان رُشدی)

تمہاری تو قبر میں بھی ہڈیاں چٹخیں گی ـــــــــ اے لعین ـــــــــ!

● ——— آپ مجھے سادہ زندگی دیں ، میں آپ کو خوشحالی دوں گا ۔

(وزیراعظم نواز شریف کا پہلا خطاب)

اور یہ بات کہتے ہوئے آپ نے اچکن اور ٹوپی بہت ہی سادہ پہن رکھی تھی ۔

● ——— مَیں تو کپڑوں کا جوڑا بھی نہیں خرید سکتا ۔ (کلاشن کوف کے موجد میخائل کلاشن کوف کا بیان)

دُور فِٹّے مُنہ ! تیری زندگی تے .....

● ——— اقتدار کے لفظ میں دار بھی ہے ۔ (کوثر نیازی)

اپنے مُرشد ذوالفقار علی بھٹو یاد آ گئے ہوں گے ۔

● ——— کراچی میں چوبیس گھنٹوں کے دَوران دس معصوم طالبِعلم لاپتہ ہو گئے (ایک خبر)

کاش اِن میں وزارتِ داخلہ کے ذمّہ دار افراد کے بچّے بھی ہوتے ۔!

● ——— پولیس گارڈ کی موجودگی میں نقب زنی کی واردات ۔ (ایک خبر)

کشورِ حسین شاد باد ——— لُوٹ مار چھین شاد باد

● ——— لاہور کالج برائے خواتین میں "فن فیئر" کے موقع پر طالبات نے ناچ گانے کا مظاہرہ کیا ۔

(ایک خبر)

اسلامی جمہوری اتحاد کی طرف سے نفاذِ اسلام کے وعدہ کی پہلی قسط ۔

● ——— آصف زرداری سے مرضی کا بیان لینے کے لئے تشدّد کیا گیا ۔ (بے نظیر)

کس بیوی کو خاوند کا دُکھ نہیں ہوتا ۔

● ——— انتخابات کے نتائج سے علّامہ اقبال کی رُوح یقیناً خوش ہوگی ۔ (وزیرِاعلیٰ)

ہاں جی ! علّامہ اقبال کی رُوح کہہ رہی ہے ؎

وَضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنُود | یہ مُسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یُوں تو دائیں بھی ہو، مرزا بھی ہو، خان بھی ہو | تم سبھی کچھ ہو ، بتاؤ تو مُسلمان بھی ہو !

● ——— حکومت اپنے منشور کے مطابق کم از کم تنخواہ تین ہزار روپے مقرر کرے (فخر الدین اطہر)

یہ تو الیکشن سٹنٹ تھا بھائی ! "سوسا" تھی اپنی ——— !

● ——— ۴۷ پولیس افسروں کی ترقیوں کا معاملہ منظوری کے لئے وزیرِاعظم کو پیش ہوگا ۔ (ایک خبر)

گالی گلوچ ۔ عوام دشمنی ۔ جرائم کی سرپرستی اور رشوت ستانی عام کرنے کا صلہ !

● ——— ماڈلنگ اداکاری سے زیادہ مشکل ہے ۔ (مہک علی)

علی کی مہک تو نہیں ، گٹر کی بدبو لگتی ہے ۔

● ——— میں جیت چکا تھا مجھے ٹیلیویژن نے ناکام قرار دے دیا ۔ (سلمان تاثیر)

ہم نہ کہتے تھے باز آجاؤ بد زبانوں سے آشنائی کیا

تخم فلفل سے باندھ کر رشتہ کج کلاہوں سے آشنائی کیا

● ——— بہاولپور بورڈ کے ملازمین نے چیئرمین کے رویئے کے خلاف ہڑتال کر دی ۔ (ایک خبر)

انسان جتنا بڑے عہدے والا ہو اتنا ہی زیادہ کمینہ کیوں ہو جاتا ہے ؟

● ——— ویسٹ انڈیز کرکٹ ٹیم کے ساتھ آنیوالے صحافی کا ٹائپ رائٹر چوری ہوگیا۔ (ایک خبر)

" دعا دا پاکستان دے لکا ۔ "

● ——— پی ڈی اے کی طرف سے وزارت عظمٰی کے اُمیدوار محمد افضل خان کو صرف ۳۹ ووٹ ملے (ایک خبر)

اُف انقلاب ! سینکڑوں جھنڈے اُتر گئے

لیلٰی کہاں چلی گئی ، مجنوں کدھر گئے ۔ ؟

● ——— ڈاکوؤں نے تین استادوں کو اغوا کر لیا ۔ (ایک خبر)

ناقص تعلیم کا اثر !

● ——— ٹیلیویژن پر قوم سے جو وعدے کئے ہیں اُنہیں پورا کیا جائے گا ۔ (نواز شریف)

اور وہ جو الیکشن پر وعدے کئے تھے ؟ ہیر پھیر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ۔

● ——— پاکستان میں بچوں کے اغوا پر اقوام متحدہ کا اظہار تشویش ۔ (ایک خبر)

صدر صاحب ! بدمعاش جاگیرداروں کے پالتو کتوں سے ماؤں کے بچے زیادہ قیمتی ہیں ۔

● ——— نام کے مسلمان ہیں ۔ ہم میں منافقت اور دکھاوا آگیا ہے ۔ (بیگم اسلم بیگ)

عقل کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے ۔

● ——— اُردو کو دفتری زبان کا درجہ دینے کے لئے جمیل جالبی وزیراعظم سے ملیں گے ۔ (ایک خبر)

پبلک / انگلش میڈیم سکول بند کرا دیں جی ! اُردو کا دَور دَورہ ہوگا ۔

● —— تیسری عالمی اُردو کانفرنس کو "جشنِ علامہ کوثر نیازی" سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ (ایک خبر)

ایک بدنام ایڈیٹر کی بدولت اُس نے

بے دِماغوں میں لقب پایا ہے فرزانے کا

● —— پولیس نے کسی سے زیادتی کی۔ تو سختی سے نوٹس لوں گا۔ (غلام حیدر وائیں وزیراعلیٰ پنجاب)

پولیس کس سے زیادتی نہیں کرتی ؟

● —— میں بے گناہ ہوں (بے نظیر)

فلپائن کی صدر کوری اکینو گم ہوگئیں۔ (ایک خبر)

ٹیچر نالائق ہوگئیں۔ (ایک خبر)

ذات میں لونڈی لواریں، بات میں مٹیا محل

میر و غالب کے غزل پارے ہیں لکھن والیاں

● —— نفاذِ اسلام میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ (وزیرِاعظم نواز شریف)

یہ ہے دامن، یہ ہے گریباں، آؤ کوئی کام کریں

موسم کا مُنہ تکتے رہنا، کام نہیں دِیوانوں کا

● —— امریکہ و روس میں مسئلہ افغانستان پر اختلافات ختم ہو گئے۔ (ادکلے امریکی سفیر)

یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے خلاف مُتحد ہو گئے ہیں۔

● —— جمہوریت غیر اسلامی ہے۔ جمعیت علماء اسلام خلفاء راشدین کے طرزِ حکومت پر نفاذِ اسلام کی خواہش مند ہے۔ (مولانا عبدالغفور سلیمان)

مولانا! آپ کے قائد تو جمہوریت پر فریفتہ ہیں۔

● —— قوم سیاسی انتشار کا خاتمہ چاہتی ہے۔ (سید امیر حسین گیلانی)

ہم عُلماء کے انتشار کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

قاضی مظہر چکوالی سے میری قلمی جنگ

ایک محترم عالم دین کے خط کے جواب میں کچھ وضاحتیں

جناب قاضی چکوالی صاحب کے ساتھ فقیر کی جو قلمی جنگ چل رہی ہے اس کو بعض احباب نے ناپسند کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دو بزرگوں کے گرامی نامے جو قابل جواب تھے بھی آئے پہلے گرامی نامہ کا جواب ۱۰ نومبر ۹۰ء کے تعقیب میں چھپ چکا ہے دوسرے کا جواب حاضر ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات از فقیر محمد شمس الدین عفی عنہ، مخدوم مکرم حضرت مولانا ...... صاحب مدظلہ مطالعہ فرمائیں والا نامہ سے خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ جناب نے قاضی صاحب کے ساتھ مناقشے کو افسوسناک قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تعقیب جون ۹۰ء کے شمارے میں مولانا کرم دین صاحب کے خلاف جو اشعار چھپے ہیں، وہ نامناسب ہیں اور یہ بحث حدیث "اذکروا موتاکم بخیر" کے خلاف ہے۔ مخدوما فقیر کو بھی اس خلفشار کے کھڑا ہو جانے کا سخت افسوس ہے لیکن پہل خود قاضی چکوالی صاحب نے کی ہے کہ اکابر صحابہ کو خطا اجتہادی کے مرتکب صورتاً باغی اور گناہ کا کام کرنے والے، حکم خداوندی کی نافرمانی کرنے والے"۔ اور بہت کچھ لکھا اور موصوف نے یہ تمام تر بحث موضوع حدیثوں کے سہارے سے کی ہے اور چودہ صدی پہلے کے وفات شدہ اکابر صحابہ کی عزتوں سے جو کھیل جناب چکوالی صاحب نے شروع کر رکھا ہے وہ بھی تو "اذکروا موتاکم بخیر" کے خلاف ہے پھر ان کے والد صاحب مرحوم کا فتویٰ تکفیر علماء دیوبند بھی تو "اذکروا موتاکم بخیر" کے خلاف ہی ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ! دکھ کی بات یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ، حضرت عائشہؓ اور ان کے رفقاء کو خطا کار ثابت کرنے کیلئے موصوف "کرتب" کھیل جانے میں بھی دریغ نہیں کرتے اپنے مضمون جون ۹۰ء مندرجہ چاریار صفحہ ۱۰۲ پر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ندامت کے متعلق جو صرف ایک ہی سطر کی ہے وہ حاشیہ میں نقل کی اور اس کا ترجمہ بھی کیا اور حوالہ بھی ص۱۸۰ ج ۳ منہاج السنۃ سے نقل کیا پھر اس کی شرح بھی لکھی لیکن کیا یہ ظلم نہیں کہ اسی ایک سطر کے بعد امام ابن تیمیہؒ نے اسی صفحہ ۱۸۰ جلد ۳ پر حضرت علیؓ کی ندامت اور پشیمانی اور غیر جانبدار صحابہ کے موقف کی بھرپور تعریف اور تائید کی پھر حضرت معاویہؓ کی بھی اسی مضمون میں تعریف کی تو اس کو جناب چکوالی صاحب گول کر دے گئے۔ اب جناب ہی بتائیں کہ کیا اب بھی فقیر چپ رہے۔ یہاں تو اگر خاموش بنشیم گناہ است، والی بات بن جاتی ہے۔

خلیفۂ راشد چہارم حضرت علیؓ کے اس واضح ندامت نامہ کو پڑھ کر جب فقیر قاضی چکوالی صاحب کے کرتوت

دیکھتا ہے تو مدعی سست گواہ چست، یا من چہ سرایم وطنبورہ من چہ سراید والی بات ہی نظر آتی ہے۔ فقیر حضرت علیؓ کا یہ منظوم اور منثور مفصل ندامت نامہ منہاج السنۃ صفحہ ۱۸۱ ج ۳ سے ہی با ترجمہ نقل کرتا ہے خود جناب پڑھ لیں۔ اور چکوالی صاحب کی سبائیت نوازی کی داد دیں کہ اس مفصل ندامت نامہ کو کس طرح چھوڑ گئے۔ جناب چکوالی صاحب کے شاجرات کو صحابہ کے خارزار میں نہ الجھنے کے لئے فقیر نے ہر جتن کیا، لیکن سوائے افسوس کے اور فقیر کیا کر سکتا ہے شاید چکوالی صاحب کا مشن ہی یہ ہے کہ مشاجرات کے بھولے بسرے واقعات دوبارہ منصۂ شہود پر آجائیں اور گڑے مردے اکھڑتے رہیں فیا للاسف۔

اب خلیفہ راشد چہارم امیر المؤمنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا ندامت نامہ ترجمہ سمیت پیش خدمت ہے اور بڑے دکھ سے یہ واقعات منظر عام پر لانے پڑے ہیں۔ پوری دنیا کا باطل "ملت واحدہ" بن کر اسلام کو للکار رہا ہے اور ایک ہم ہیں کہ آپس کی سر پھٹول سے فارغ نہیں، مودودی صاحب نے سنیوں کا لبادہ اوڑھ کر جس طرح رفض کو کمک پہنچائی وہ آپ سے پوشیدہ نہیں اب وہی کام جناب چکوالی صاحب کر رہے ہیں اور افسوس یہ کہ سنیوں کے سرمایہ سے کر رہے ہیں۔ دعا فرمائیں فقیر کا زیر ترتیب مضمون مکمل ہو جائے پھر چھپ بھی جائے تو وہ انکشاف سامنے آئیں گے کہ سنی دنیا حیران رہ جائے گی، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہو المستعان، دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام، از درویش ڈاک خانہ ہری پور ہزارہ، ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۹۰ء

اب خلیفۂ راشد چہارم امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مفصل ندامت نامہ ملاحظہ فرمائیں:۔

امام ابن تیمیہؒ منہاج السنہ صفحہ ۱۸۱ جلد ۳ پر سطر ۸ تا ۱۲ پر لکھتے ہیں:۔

وعلی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ندم علی امور فعلها من القتال وغیره وکان یقول (آگے یہ مثلث (سہ بیتہ) نقل کیا ہے)

لقد عجزت عجزة لا اعتذر

سوف اکیس بعدها واستمر

واجمع الرأی الشتیت المنتشر

وکان یقول لیالی صفین لله در مقام قامه عبد الله بن عمرو سعد بن مالك ان کان برًا فان اجره لعظیم وان کان اثمًا ان خطرهٗ لیسیر وکان یقول یا حسن! یا حسن! ما ظن

ابوك ان الامر يبلغ الى هذا، وددت ابوك لو مات قبل هذا بعشرين سنة فلما رجع من صفين تغيّر كلامه وكان يقول لا تكرهوا امارة معاوية ولو فقدتموه لرأيتم الرؤس تطاير عن كواهلها وقد رُوِي هذا عن علي من وجهين او ثلاثة اوجه وتواترت الآثار بكراهته الاحوال في اخر الامر ورؤيته اختلاف الناس وتفرقهم وكثرتِ الشر الذى اوجب انه لو استقبل من الامر ما استدبر ما فعل ما فعل۔

خلیفۂ راشد چہارم امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مفصّل ندامت نامہ

اُردو ترجمہ

"اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ان بہت سے کاموں پر نادم اور پشیمان ہو گئے تھے جو موصوف نے (جمل اور صفین) کی جنگوں کی صورت میں کئے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ (ترجمہ سہ بینہ)

۱۔ میں ایسا بے بس ہو گیا تھا کہ میرے پاس اس کے لئے کوئی عذر نہیں ہے،

۲۔ اور آیندہ میں بہت ہوشیاری سے چوکنا ہو کر رہوں گا۔

۳۔ اور متفرق اور منتشر آراء کو مجتمع کر کے رکھوں گا (یعنی ایک ہی رائے پر پختہ رہوں گا۔

اور صفین کے زمانہ میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ" اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت سعد بن مالک (ابی وقاص) سے کیا اچھا (غیر جانبداری والا) موقف اختیار کروایا تھا۔ جس موقف پر وہ ثابت قدم بھی رہے تھے۔ ان کا یہ موقف اگر اچھا ہے تو اس کا اجر بہت بڑا ہے اور اگر غلط ہے تو بھی اس کی برائی بہت ہی کم ہے۔ [1]

---

[1] اس مفصل ندامت نامے نے چکوالی صاحب کے خود تراشیدہ تصورات اور تخیلات کو جو وہ سالہا سال

پھر حضرت حسنؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یا حسن! یا حسن! تیرے باپ کو یہ گمان نہ تھا کہ معاملہ اتنا بڑھ جائے گا اور اب تو تیرا باپ یہ آرزو کرتا ہے کہ یہ سب کچھ پیش آنے سے بیس برس پہلے کاش کہ تیرا باپ مر چکا ہوتا اور جب آپ صفین سے واپس آئے تو آپ کا اندازِ کلام بالکل ہی بدل چکا تھا اور آپ کہا کرتے تھے کہ لوگو! معاویہ کی حکومت کو برا مت سمجھو کیونکہ اگر تم معاویہ کو بھی گم کر بیٹھے تو تم دیکھو گے کہ سر اپنے کندھوں سے کیسے اڑتے پھرتے ہیں۔ یہ روایت حضرت علیؓ سے دو یا تین مختلف طریقوں سے مروی ہے اور تواتر کے ساتھ ایسی روایات موجود ہیں کہ پیش آمدہ حالات اور واقعات کو آپ آخر میں ناپسند کرنے لگے تھے، اور آپ دیکھ رہے تھے کہ لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور وہ فرقوں میں بٹ گئے ہیں اور برائیاں اور شر بہت بڑھ چکے ہیں، اور اس سے یہ پختہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر حضرت علیؓ کو ان پیش آمدہ حالات کا پہلے سے علم ہو جاتا جو واقعات بعد میں ان کو پیش آئے تھے تو جو کچھ وہ کر چکے تھے ہرگز نہ کرتے۔"

منہاج السنۃ ص۱۸۱ جلد ۳ مطبع امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۱ھ از سطر ۹ تا سطر ۱۶ کل ۸ سطر

امام ابن کثیرؒ کی تائید

اور امام ابن کثیرؒ نے بھی امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی ندامت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ :

ثم قال الی الله اشکو عجری وبجری والله لوددت انی کنت مت قبل هذا الیوم بعشرین سنة۔ (ابن کثیر ص۲۴۲ جلد ۷)	میں اللہ ہی سے اپنی پریشانیوں کی فریاد کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! اب تو میں یہ آرزو کرتا ہوں کہ کاش میں آج کا دن آنے سے بیس برس قبل مرچکا ہوتا۔

؎ سے تعبیر کر رہے تھے۔ ایک جھٹکے ہی زمین دوز کر کے رکھ دیا اور اس سے صاف واضح ہو گیا کہ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان غیر جانبدار اصحاب کے موقف کو کتنا اچھا سمجھنے لگ گئے تھے، اور حضرت معاویہؓ کے وجود کو امت مسلمہ کے تحفظ کے لئے ضروری سمجھتے تھے، اور امام ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ کے متعدد مقامات پر اسی ندامت ندمے کو قدرے اختصار سے ہو بہو اسی طرح لکھا ہے جو آگے آرہا ہے۔

پھر ابن کثیرؒ نے ہی صفحہ ۲۲۴ جلد ۷ پر یوں لکھا ہے :-

قال علی یوم الجمل یاحسن لیت اباك مات منذ عشرین سنة فقال له حسن یا ابت کنت انهاك عن هذا قال یا بنی انی لم ار ان الامر یبلغ الی هذا۔

حضرت علیؓ نے بروز جمل حضرت حسنؓ کو یوں فرمایا اے حسن کاش کہ تیرا باپ بیس سال پہلے مر چکا ہوتا۔ حضرت حسنؓ نے کہا اباجی! اسی لئے تو میں آپ کو روکتا تھا۔ حضرت علی نے فرمایا بیٹا میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ (خون خرابے کا) معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔

اور امام ابن کثیرؒ نے ہی یہ بھی لکھا ہے :-

قال علی بعد مارجع من صفین ایها الناس! لا تکرهوا امارة معاویة فانکم لو فقدتموه لرائیتم الروس تندر عن کواهلها کانها الحنظل۔ (ابن کثیر صفحہ ۱۳۱ ج ۸)

حضرت علیؓ نے صفین سے واپس آنے کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! تم معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم معاویہ کو بھی گم کر بیٹھے تو تم دیکھو گے کہ سر اپنے مونڈھوں سے کٹ کٹ کر اس طرح لڑھکیں گے جیسے اندرائن اپنے درخت سے ٹوٹ کر زمین پر لڑھکتے پھرتے ہیں۔

سبحان اللہ حضرت علیؓ نے کتنا سچ فرمایا حضرت معاویہؓ کا وجود فتنوں کے آگے ایک مضبوط بند تھا وہ بند جب ٹوٹا تو پھر واقعۂ کربلا، واقعہ حرہ اور حصار و شہادت حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے پے در پے المناک واقعات امت مسلمہ کے سر سے گذر گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ کہا کسی نے :-

ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

مَنْ سَبَّ الْاَنْبِيَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِىْ جُلِدَ (الحدیث)

جو انبیاء کرام کو برا بھلا کہے اسے قتل کر دیا جائے، اور جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے اس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے!

منقبت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین صاحب مدظلہم العالی کی نعت سے متاثر ہو کر ——— جناب ماسٹر ہدایت اللہ خان صاحب فکر ساکن لتڑا ضلع ڈیرہ غازی خان (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول لتڑا) نے اسی زمین میں یہ منقبت لکھی ہے۔ ادارہ ان کا شکر گذار ہے۔

اصحاب نبی کی مثل نہیں مہ پاروں میں دلداروں میں
جو ان سے عداوت رکھتے ہیں بدکار ہیں وہ بدکاروں میں
بیماریٔ دل کی ملتی ہے ہر سال سزا بدبختوں کو
پٹتے ہیں کبھی زنجیروں سے جلتے ہیں کبھی انگاروں میں
یہ جھوٹے ہیں اسلاف کا اب کردار تو ان کو یاد نہیں
وہ لوگ تو رقص کیا کرتے تھے تیغوں کی جھنکاروں میں
ہے بغض صحابہ سے ان کو اور آل رسول کے دشمن ہیں
اخلاص کا نام و نشان کہاں یہ لوگ تو ہیں غداروں میں
عرفان کی مے پینا تو کجا اس نام سے یہ واقف ہی نہیں
پھر خود کو سمجھتے ہیں خودسر سرمستوں میں مے خواروں میں
صدیق صداقت کے مظہر فاروق تمیز خیرو شر
عثمان سراپا شرم و حیا حیدر افضل سالاروں میں
ام کلثوم ہو زینب ہوں یا فاطمہ اور رقیہ ہوں
ہم رتبہ ہیں یہ بنات نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں
الفت میں صحابہ کی آقا! سرشار جو ہر دم رہتے ہیں
اب فکر بھی شامل ہو جائے ان مستوں میں سرشاروں میں

ضرورت شعری کی وجہ سے نام آگے پیچھے کئے ہیں اہلسنت کے نزدیک صحیح ترتیب یوں ہے۔ سیدہ زینب زوجہ حضرت ابو العاص حبشی سیدہ رقیہ زوجہ حضرت عثمان حبشی سیدہ فاطمہ زوجہ حضرت علی شیر خدا۔ سیدہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہم۔

انتخاب: الحاج محمد حسن چغتائی مدظلہ

حضرت ابو وائل بن سلمہ اور حجاج

حضرت ابو وائل بن سلمہ خود بیان فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف جب کوفہ آیا۔ تو مجھے بلا بھیجا۔ میں اسکی طلبی پر گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے۔ میں نے کہا نام تم کو معلوم ہی ہو گا۔ ورنہ مجھے بلاتے کیسے۔ پوچھا اس شہر میں کب آئے۔ میں نے کہا اس زمانہ میں جب اس شہر کے تمام باشندے آئے۔ پوچھا آپ کو کتنا قرآن یاد ہے۔ میں نے کہا اتنا کہ اگر میں اسکی پابندی کروں۔ تو وہ میرے لئے کافی ہو۔ ان سوالات کے بعد اس نے کہا میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ کو بعض عہدے دینا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا کون سا عہدہ۔ اس نے کہا کہ "سلسلہ" (سزا دینے کا ایک عہدہ) میں نے کہا یہ عہدہ ان لوگوں کے لئے موزوں ہے جو ذمہ داری کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکیں۔ اگر آپ مجھ سے مدد لینا چاہتے ہیں۔ تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ ایسے عقل خوردہ سے مدد لیں جس کو برے مددگاروں کا خطرہ ہے۔ اگر مجھے آپ اس عہدہ سے معاف رکھیں۔ تو میرے لئے بہتر ہو گا۔ اور اگر آپ کو اصرار ہے۔ تو میں اس پر خطر عہدہ میں گھسنے کو تیار ہوں۔ ایسی حالت میں جبکہ میں آپ کا عہدہ دار نہیں ہوں۔ جب راتوں کو آپ کو یاد کرتا ہوں۔ تو میری نیند اڑ جاتی ہے۔ تو جب عہدہ دار ہوں گا۔ تو کیا حال ہو گا؟ لوگ آپ سے اس قدر خائف ہیں۔ کہ اس سے پیشتر کسی امیر سے اتنا خائف نہ ہوتے ہوں گے۔ میری ان باتوں کو اس نے پسند کیا اور کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص خونریزی میں مجھ سے زیادہ جری اور بے باک بھی نہیں ہے میں ایسے کام کر گذرا جن کے پاس جاتے ہوئے لوگ ڈرتے تھے۔ میری اس سختی کی وجہ سے میری مشکلات آسان ہو گئیں۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ اب آپ جائیے۔ اگر آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص موزوں مل گیا۔ تو آپ کو زحمت نہ دونگا۔ ورنہ پھر آپ کو اس میں ڈالنا پڑے گا۔ غرض کسی طرح چھٹکارا حاصل کر کے ابو وائل اپنے گھر واپس آتے۔ اور پھر کبھی حجاج کے پاس نہ گئے۔

حضرت عبداللہ بن عون کے خصائص

حضرت عبداللہ بن عون کا شمار صاحب فضل و کمال تابعین میں ہوتا ہے وہ قسم کھانا اچھا نہ سمجھتے تھے۔ ابکار بن محمد بیان کرتے ہیں۔ کہ میں زمانہ دراز بلکہ ان کی موت تک ان کے ساتھ رہا۔ اس طویل مدت میں میں نے کبھی ان کو جھوٹی سچی قسم کھاتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح جب وہ کسی کے ساتھ کوئی احسان کرتے تھے۔ تو اس مخفی طریقہ پر کہ کسی کو خبر نہ ہونے پاتے۔ دوسروں پر اس کے اظہار کو نہایت برا جانتے تھے۔

احنف بن قیس

ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ احنف بن قیس تابعی سادات تابعین میں سے تھے۔ ان کا علم مثالاً پیش کیا جاتا تھا حسن بصری فرماتے تھے۔ کہ میں نے کسی قوم کے شریف کو احنف سے افضل نہیں پایا۔ انہوں نے متعدد خلفاء کا عہد پایا تھا۔ ان میں سے کسی خلیفہ نے ایک شخص سے ان کے اوصاف پوچھے۔ اس نے کہا اگر آپ ایک وصف سننا چاہتے ہوں تو ایک بتاؤں۔ اگر دو چاہتے ہوں۔ تو دو بتاؤں۔ اگر تین چاہتے ہوں تو تین بتاؤں۔ خلیفہ نے کہا دو بتاؤ۔ اس

شخص نے کہا وہ بھلائی کرتے تھے اور بھلائی کو پسند کرتے تھے اور شر سے بچتے تھے۔ اور اس سے بغض رکھتے تھے۔ خلیفہ نے کہا اچھا تین اوصاف بتاؤ۔ اس شخص نے کہا کسی پر حسد نہیں کرتے تھے۔ کسی پر بے جا زیادتی اور ظلم نہیں کرتے تھے۔ اور کسی کو اس کے حق سے نہیں روکتے تھے۔ خلیفہ نے کہا ایک وصف بیان کرو۔ اس شخص نے کہا کہ وہ اپنے نفس کے سب سے بڑے حکمران تھے۔

حضرت علی بن حسین زین العابدین کی وصیت

آپ کے صاحبزادے محمد روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے والد نے۔ مجھے وصیت کی تھی کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ کبھی نہ رہنا میں نے عرض کیا کون؟ فرمایا، فاسق کے ساتھ وہ تم کو ایک لقمہ بلکہ اس سے بھی کم میں بیچ دے گا۔ میں نے پوچھا اس سے کم کیا شئے ہے فرمایا، ایک لقمہ کی طمع کی جائے۔ اور وہ بھی ملے نہ۔ میں نے پوچھا دوسرا کون؟ فرمایا بخیل، وہ اس چیز کو جس کی تم کو سب سے زیادہ ضرورت ہوگی تم سے علیحدہ کردے گا، میں نے پوچھا تیسرا کون؟ فرمایا کذاب، وہ سراب کی طرح قریب کو تم سے دور کردے گا۔ اور دور کو قریب، میں نے عرض کیا، چوتھا کون؟ فرمایا کہ احمق کہ وہ تم کو فائدہ پہنچانا چاہے گا۔ مگر الٹے نقصان پہنچادے گا۔ میں نے کہا پانچواں کون؟ فرمایا قاطع رحم، میں نے اس کو کتاب اللہ میں تین مقام پر ملعون پایا۔

عبادت میں محویت

محویت کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں کچھ بھی ہو جائے۔ آپ کو خبر نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ سجدہ میں تھے۔ کہ کہیں پاس ہی آگ لگی۔ لوگوں نے آپ کو بھی پکارا۔ یا ابن رسول اللہ آگ لگی یا ابن رسول اللہ آگ لگی لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا تا آنکہ آگ بجھ بھی گئی۔ لوگوں نے نماز سے فراغت پر آپ سے پوچھا کہ آپ کو آگ کی جانب سے اس قدر بے پرواہ کس چیز نے کر دیا تھا۔ فرمایا۔ دوسری آگ (آتش دوزخ) نے۔

بقیہ از صفحہ ۳۸ ۔!

اہل قلم و اہل وطن انصاف کریں اور قوم و ملک کو بتائیں کہ پاکستان کو وجود میں آئے ہوئے نصف صدی ہونے کو آئی مگر اس وطن کا کوئی مسئلہ بھی اب تک حل نہیں ہوا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہم مسلسل تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ کیا پاکستان کا یہی مقصد تھا؟ زندگی کا مقصد اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل ہے۔ یا دولت سمیٹنا اور لہو ولعب میں ضیاع وقت ہے۔؟

وطن عزیز میں حالیہ خوش آئند سیاسی تبدیلی خدا اور رسول کی احکام کی بالادستی کے لئے نہایت سازگار حالات کی نعمت اپنے ساتھ لائی ہے۔ اور گوہر مقصود کے حصول کے اس زرین موقع سے بروقت، راست اقدام، عمل راسخ، خلوص نیت اور آہنی عزم کے ذریعہ یقیناً فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

ضرورت ہے تو صرف اس بات کی کہ اسلامی جمہوریت اور اسلامی، سوشلزم، اسلامی بنیاد پرستی اور اسلامی روشن خیالی، اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ اور تجدید شریعت و فقہ اسلامی ایسے بیسیوں پر فریب مگر خوشنما نعروں سے یکسو ہو کر اسلامی فلاحی ریاست کے آثار پیدا کئے جائیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ایسا نہ ہوسکے۔ وفاقی شرعی عدالت، اسلامی نظریاتی کونسل، آئین اور اسکی آٹھویں ترمیم، شریعت بل، آئی جے آئی کا منشور اور آئی جے آئی کی حکومت ---------- آج یہ سب کچھ مل کر بھی کچھ نہیں دے سکتا۔ تو پھر شاید کبھی نہیں ----------!

محمود الحسن مفتی (خانقاہ سراجیہ)

ایک تأثر

"تمنا میری بچپن کی جو پوری ہو گئی"

میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔ مجھے اس طرح یاد ہے گویا ابھی کل کی بات ہے۔ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حاجی فقیر محمد سویٹ (دکان) میں گیا اچانک میری نظر ایک بڑی تصویر پر پڑی والد صاحب نے میرے تجسس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ بیٹا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا ابوجی! یہ تصویر کس شخص کی ہے۔ جس نے میرا دل و دماغ اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے۔ انہوں نے کہا بیٹا یہ تصویر اس شخص کی ہے جس نے ہندوستان میں انگریز کو لوہے کے چنے چبوائے اس کے اقتدار، غرور اور رعب کو خاک میں ملادیا۔ جس نے اپنی باغیانہ جدوجہد سے انگریزی حکومت کی چولیں ڈھیلی کردیں اور اسے بستر بوریا گول کرنے پر مجبور کردیا۔ انگریزی حکومت کے پیدا کردہ جعلی نبی اور اس کی ذریت مرزائیوں کو بھی اس نے اپنی تقریروں کے ذریعے برصغیر بالخصوص پاکستان میں کچل کر رکھ دیا۔ میں نے کہا ابو اس عظیم شخص کا نام بتائیں انہوں نے کہا کہ ان کا نام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہے۔ فوراً میرے ذہن میں آیا کہ یہ تو احرار رہنما ہیں۔ میں نے اخبار میں ایک مرتبہ آپ کے نام کے ساتھ احراری لکھا ہوا پڑھا تھا۔ والد صاحب نے کہا کہ یہ احراری نہیں بلکہ مجلس احرار اسلام کے بانی ہیں۔ میں جھٹ سے بولا ابو آپ مجھے احرار والوں کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں، ضرور بتاؤں گا۔ پہلے چائے پی لو۔ ہم وہاں سے اٹھے اور ابو کے ساتھ ان کے دفتر میں آبیٹھے۔

میں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ تو ابو نے مسلسل بولنا شروع کردیا

"سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انگریز ملک سے نکل جائیں اور مرزائیت جو کہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اُسے جڑ سے اکھاڑ دیا جائے اور اللہ کی دھرتی پر اللہ کی حکومت قائم کردی جائے اس سلسلے میں ان کی کاوشیں کسی سے مخفی نہیں ہیں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے احرار والوں نے اپنی جوانیاں لٹائیں۔ خود بانی احرار امیر شریعت کی بھرپور جوانی جیل کی نذر ہوئی مگر وہ زنداں کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بیٹھ کر بھی قوم کو انگریز سامراج کے خلاف بغاوت پر اکساتے رہے۔ آپ نے کم از کم گیارہ سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ لیکن پائے استقامت میں کبھی لغزش نہ آئی۔ احرار کارکنوں کی دن رات آزادی کے لئے مسلسل کوششوں سے آخر کار 1947ء میں انگریز نے ملک آزاد کردیا۔ ملک آزاد کرانے میں احرار کارکنوں نے عظیم قربانیاں پیش کیں۔ ملک آزاد ہونے کے بعد بھارت پاکستان کو بد نظری سے دیکھ رہا تھا تب مجلس احرار اسلام نے لاہور میں دفاع پاکستان احرار کانفرنس منعقد کی۔ قائد احرار کو جلسہ میں تلوار پیش کی گئی۔ تو انہوں نے بھارت کو للکارتے ہوئے فرمایا "اگر بھارت نے حملہ کیا تو سب سے پہلے بوڑھا بخاری میدانِ جہاد میں کود پڑے گا"

جس ملک کے لئے احرار نے اتنی قربانیاں دیں اس ملک کے حکمرانوں نے احرار کو کیا تحفہ دیا؟ انگریز کے نمک خوار مسٹر ظفر اللہ خان قادیانی کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنادیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ہاشمی خون پھر ایک مرتبہ کھول اٹھا۔ جس کے نتیجے میں ظفر اللہ خان کو اس حساس ترین عہدے سے برطرف کرنے کے لئے 1953ء کی تحریک ختم نبوت نے جنم لیا۔ مجلس احرار اسلام نے ملک کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرکے یہ مطالبہ کیا کہ ظفر اللہ کو اس عہدے سے برطرف کیا جائے۔ کیونکہ یہ خدا، رسول اور ملک کا غدار ہے۔ لیکن اس وقت کے مسلم لیگی

حکمرانوں نے احرار پر گولیاں چلائیں۔ پورا ملک بخاری کی آواز پر لبیک کہتا ہوا احرار کے پرچم تلے جمع ہوگیا۔ احرار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے لگے۔ چند ماہ میں دس ہزار فدائین شمعِ نبوت پر جان نثار کر گئے۔ بخاری کو ایک مرتبہ پھر آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔

بخاری نے جیل میں خطاب کرتے ہوئے کہا جتنی گولیاں ختم نبوت کے جوانوں پر چلیں اگر یہ سب بخاری کے سینے میں پیوست کردی جائیں تب بھی ہاشمی کا خون ٹھنڈا نہیں ہوگا۔

تحریک ختم نبوت کے بعد انگریز پرور جماعتوں اور حکمرانوں کا نقطۂ نظر یہ رہا کہ کسی طرح ہم مجلس احرار اسلام کو ختم کردیں یہ جماعت ختم ہوگئی تو ہم اپنے اللے تللے آزادی سے کرسکیں گے۔ پوچھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا تو امیر شریعت نے جماعت کے شعبہ تبلیغ "تحفظِ ختم نبوت" کو فعال کردیا۔ جو تاحال مرزائیت کے محاسبہ و تعاقب میں سرگرم ہے۔ 1961ء میں امیر شریعت کا انتقال ہوگیا۔ جماعت سے پابندی اٹھی تو مجلس احرار اسلام نے نئے ولولے کے ساتھ جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ کی قیادت میں حکومت الٰہیہ کے قیام اور مرزائیت و شیعیت کے خلاف محاذ سرگرم کردیا"

والد صاحب کی قیمتی گفتگو سن کر میرے دل میں احراریوں کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ بالخصوص امیر شریعت کے فرزندوں کو دیکھنے کا شوق بہت ہی زیادہ ہوا۔ رسائل اور اخبارات میں جب کبھی شاہ جی رحمہ اللہ کے بارے میں پڑھتا تو اسے خرید کر گھر لے جاتا اور پڑھنے کے بعد اپنی کتابوں کی الماری میں رکھتا۔ اپنے دوستوں کو قائد احرار کے بارے میں بتاتا۔

احرار والوں کو دیکھنے کا بہت شوق تھا لیکن میں کیا کرتا کیونکہ اس وقت میں بچہ تھا جب بڑا ہوتا گیا تو شوق بھی بڑھتا گیا۔ 1988ء میں میں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ایک سال گھر پر رہنے کے بعد 1990ء میں حضرت والد صاحب کی ہدایت پر حضرت مولانا خان محمد مدظلہ کے مدرسہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں میں داخلہ لے لیا۔ عید بقر کی چھٹیاں گزار کر جب دوبارہ تعلیم مدرسے میں شروع ہوئی تو ایک دن حضرت استاذ محترم مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم نے احرار کی تعریف کی میں نے پوچھا کہ آپ ملتان کب جائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا بیٹا کیوں؟ میں نے کہا کہ میں حضرت امیر شریعت کے فرزندوں کو دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہم ملتان شعبان کے ماہ میں جاتے ہیں ویسے 12 ربیع الاول کو میں ربوہ جاتا ہوں جہاں احرار کارکن جلوس نکالتے ہیں۔ تمہیں بھی ساتھ لے چلوں گا۔ اس دن ذوالحج کی 24 تاریخ تھی میں 12 ربیع الاوّل کا شدت سے انتظار کرنے لگا۔ خدا خدا کرکے ربیع الاوّل کا چاند نکلا تو انتظار میں اور شدّت واقع ہوئی۔ پہلے دن گنا کرتا تھا اب گھنٹے گننے لگا۔ چلو کسی طرح 11 ربیع الاوّل کا دن آیا ہم نے تیاری شروع کی اور تین بجے سہ پہر ہمارا یہ مختصر سا قافلہ اپنے دل میں تمناؤں کا سمندر لئے ہوئے ربوہ روانہ ہوا۔ اتفاقاً اس قافلے کا امیر مجھ ناچیز کو بنایا گیا۔ ہم شام 7 بجے ماڑی انڈس پر سوار ہوئے اور راستے میں ہڈالی کے مقام پر رات 11 بجے اتر گئے وہاں ایک دوست جو مشکوٰۃ شریف کے طالب علم ہیں (مولوی سلیم صاحب) ان کے گھر قیام کیا۔ کھانا کھایا اور سوگئے۔ صبح اٹھے نماز ادا کی اور سرگودھا جاکر ہم نے ویگن تبدیل کی اور فیصل آباد والی ویگن پر سوار ہوئے۔ ویگن چلنے کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد ربوہ کی ان پہاڑیوں کو تکتے ہوئے ربوہ میں داخل ہوئے جہاں پہلے مرزائی مسلمانوں کو قدم نہیں رکھنے دیتے تھے۔ اور اب ایک وقت وہ آیا ہے جب ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری "ایوان محمود" کے سامنے مرزائیت کو للکارتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سب احرار کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ خیر جب ہم ربوہ بس سٹاپ پر اترے تو وہاں سے تانگہ کے ذریعہ جامع مسجد احرار اسلام پہنچے۔ راستے میں ربوہ کا بازار ہے۔ اس لئے سب مرزائی دکاندار ہمیں گھورتے رہے۔ جب ہم مسجد احرار پہنچے تو وہاں ہمیں سرخ قمیضوں اور سفید شلواروں میں ملبوس احرار کارکن دکھائی دیئے۔ ان کو دیکھ کر میری احراریوں کو دیکھنے کی دیرینہ تمنا پوری

ہوئی جس تمنا کی ابتدا پانچویں جماعت کے زمانہ طالب علمی میں والد صاحب کی گفتگو سن کر ہوئی تھی میری نظریں ابن امیر شریعت کو ڈھونڈنے میں مصروف تھیں۔ میں نے سن رکھا تھا کہ سید عطاء المحسن بخاری قرآن مجید اپنے والد ماجد کی طرح پڑھتے ہیں۔ 11 بجے جلسہ شروع ہوا۔ جلسہ کی صدارت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کی۔ جو امیر شریعت کے چھوٹے فرزند ہیں۔ یہ ہو بہو اپنے والد ماجد کی طرح ہیں۔ یعنی والد ماجد کے ہم شکل ہیں۔ جلسہ ہوتا رہا مقررین آتے رہے۔ مولانا اللہ یار ارشد نے وہاں کی کارگزاری بیان کی۔ ایک بجے کے قریب فضا نعروں میں بدل چکی تھی۔ ہر طرف بخاری بخاری کی آوازیں آرہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ قائد احرار مولانا سید عطاء المحسن بخاری تشریف لائے ہیں۔ آپ نے سرخ قمیض اور سفید شلوار پہن رکھی تھی۔ انہوں نے اپنے خطاب کا آغاز فرمایا۔ ایک گھنٹہ کی تقریر کے بعد جلوس کی روانگی کے لئے چند ہدایات دیں ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لئے نماز ادا کرنے کے فوراً بعد ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ آگے آگے قائد احرار ایک جیپ پر سوار تھے اور اس کے پیچھے سرخ وردی والے احرار نوجوان تھے۔ جلوس بہت طویل تھا۔ ہر طرف سرخ قمیضیں دکھائی دے رہی تھیں۔ شرکاء جلوس مختلف قسم کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ نعرہ تکبیر اللہ اکبر۔ محمد پیغمبر۔ صحابہؓ رہبر۔ فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی۔

ہزاروں افراد کا یہ جلوس مرزائیوں کی عبادت گاہ جس کا نام انہوں نے "اقصیٰ" رکھا ہوا ہے۔ وہاں پہنچا اور وہاں پھر قائدین احرار نے اپنی تقریروں میں مرزائیت کا پوسٹ مارٹم کیا۔ جلوس کچھ دیر رکنے کے بعد آگے چلا اور "ایوان محمود" کے سامنے آکر رک گیا۔ یاد رہے کہ ایوان محمود مرزائیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے وہاں قائد احرار مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے مرزائیت اور شیعیت کو خوب جھنجھوڑا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ شاہ جی کی تقریر سے "ایوان محمود" میں دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مجلس احرار اسلام کی کوششوں سے قصر مرزائیت میں بے شمار دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ مرزائی اب اپنے آقاؤں کا دجل، جھوٹ، فریب، سب سمجھ رہے ہیں۔ پانچ بجے سہ پہر شاہ جی کا پرجوش خطاب ختم ہوا۔ اور شرکاء جلوس فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے بخاری مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ بخاری مسجد پہنچ کر دعا ہوئی اور سب احرار کارکنوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ میں بھی کبھی نہ بھولنے والی تازہ یادیں دل میں لئے واپس لوٹ آیا۔ اس طرح میری بچپن کی تمنا 12 ربیع الاول 1411ھ کو پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی نیک تمنائیں پوری فرمائے اور مجلس احرار اسلام کی دینی جدوجہد میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین

نرخنامہ اشتہارات

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم =/1000 روپے
ٹائیٹل دوسرا اور تیسرا صفحہ =/800 روپے
عام صفحہ (سالم) =/300 روپے
" " (1/2) =/150 روپے
" " (1/4) =/75 روپے

مستقل معاونین کے لئے خصوصی رعایت ہوگی

نقیب ختم نبوت

ترانۂ قادیاں

حضرت علامہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرارِ اسلام کے اُن اکابر میں سے تھے جنہوں نے نہ صرف خطابت کے میدان میں بلکہ شعر و ادب اور صحافت کے محاذ پر بھی انگریز سامراج اور اس کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کے خلاف زبان و قلم سے دو دھاری تلوار کا کام لیا۔ ذیل میں ہم انہی کے قلم سے "ترانۂ قادیاں" قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ جو ادارہ کے رفیقِ فکر محمد عمر فاروقی نے ارسال کیا ہے ——— (ادارہ)

سارے جہاں سے اچھی ہے قادیاں ہماری
ہم اس کے ہیں بچھیرے وہ مادیاں ہماری

خنجر سے تیز تر ہیں ملاحیاں ہماری
جن سے بھری پڑی ہیں الماریاں ہماری

منکر ہیں قادیاں کے ذریّۃ البغایا
ہے کاسۂ سر اُن کا اور لاٹھیاں ہماری

دیتے ہیں مہوشوں کو ہم مشئی فی النوم ،
کس درجہ دلربا ہے یہ چیستاں ہماری

تثلیث کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
ہے جس کے ذکر سے تر ہر دم زباں ہماری

اے گلستانِ لندن وہ دن ہیں یاد تجھ کو
جب تیرا باغباں تھا اور ڈالیاں ہماری

اے موجِ بیاس تُو نے دیکھی ہیں مدّتوں تک
پریوں کے جھمگٹے میں اٹھکیلیاں ہماری

"پیغام"[1] کے مجدّد "الفضل"[2] کے پیمبر
وہ اُن کی گالیاں ہیں یہ پھبتیاں ہماری

"چرچل" سے جاکے پوچھو کیا اس میں مصلحت تھی
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

اے اُمّتِ محمدؐ! اپنے نصیب کو رو!!
اُلٹا ہے ٹاٹ تیرا چمکی دکاں ہماری

طالوت کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتی ہے جادہ پیما پھر قادیاں ہماری

۱ پیغام } قادیانی اخبار
۲ الفضل }

منقول روزنامہ "زمیندار" لاہور ۴ مارچ ۱۹۳۳ء

مکتوب برطانیہ
محمد اکرم راہی

برطانیہ میں ختم نبوت مشن کے کارکنوں سے سید خالد مسعود گیلانی کا خطاب

مرزا غلام قادیانی ایک چاپلوس مخبوط الحواس اور دماغی امراض کی مجموعہ شخصیت کا مالک تھا

برطانیہ میں ختم نبوت مشن کے سرگرم رہنما اور جامع مسجد ہڈرسفیلڈ کے خطیب مولانا سید خالد مسعود گیلانی گزشتہ دنوں مختصر دورے پر گلاسگو پہنچے۔ ختم نبوت مشن کے نائب صدر شیخ عبدالواحد صاحب نے اپنے ہاں کارکنوں کا ایک اجلاس منعقد کیا۔ جس میں ختم نبوت مشن کی کارگزاری کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ مرزائیت کے تعاقب و محاسبہ کو مؤثر بنانے کے لئے مضبوط منصوبہ بندی کی گئی۔

اجلاس میں سید خالد مسعود گیلانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

کہ دنیا میں جتنے بھی جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوئے وہ اللہ کے عذاب کے نتیجہ میں عبرتناک انجام سے دو چار ہوئے۔ یہود و نصاریٰ نے امت مسلمہ کو گمراہ کرنے اور ان میں تفریق ڈالنے کے لئے سازشیں کیں ان میں مدعیان نبوت کا وجود سب سے اہم ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ نبوت کا سہارا لیکر مسلمانوں کے بنیادی عقائد و اعمال کو متزلزل کردیں گے۔ لیکن اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں میں ایسی قیادت اور جماعتیں ابھرتی رہیں جنہوں نے منصبِ نبوت و رسالت کے تحفظ کے لئے دیوانہ وار جدوجہد کی اور دشمنانِ رسالت کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔

انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی انہی بدبختوں میں سے ایک تھا جنہیں یہود و نصاریٰ کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی، اس نے انہی کے ایماء پر دعویٰ نبوت کیا اور اپنے پہلے ہی الہام کے ذریعہ انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ علماء حق نے اس دور میں بھی اسے کافر و مرتد قرار دیا اور مسلمانوں کو اس کے افکار و نظریات سے محفوظ کرنے کے لئے علمی سطح پر زبردست کام کیا۔

سید خالد مسعود گیلانی نے کہا کہ برصغیر کی تاریخ میں مجلس احرار اسلام اور اس کے اکابر کے کردار، جدوجہد اور ایثار کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ مرزا قادیانی کی ذریت نے انگریزی حکومت کے سہارے تمام وسائل استعمال کئے اور معاشی اعتبار سے ایک مضبوط گروہ پیدا کرلیا۔ لیکن مجلس احرار اسلام کے بانی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مخلص رفقاء نے بڑی بے جگری کے ساتھ بے وسائل ہونے کے باوجود اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس گروہ خبیثہ کے خلاف عوامی جدوجہد کی۔ 1934ء قادیان (بھارت) اور پھر 1953ء اور 1974ء (پاکستان) میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے تینوں ادوار میں سامراجی گماشتوں قادیانیوں کو چاروں شانے چت کردیا۔ اور انہی اکابر احرار کی محنت و قربانی کے نتیجہ میں آج ربوہ میں ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری کی قیادت و سیادت میں مسجد احرار اور مدرسہ ختم نبوت قائم ہے۔ جہاں ردّ مرزائیت کے سلسلہ میں

قابل قدر کام ہو رہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اکابر احرار نے مرزائیوں کا محاسبہ و تعاقب اس شدت سے کیا کہ مرزا طاہر کو برطانیہ میں اپنے پشتینی آقاؤں کی گود میں پناہ لینی پڑی۔ لیکن قائد تحریک ختم نبوت مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے برطانیہ میں ختم نبوت مشن قائم کرکے یہاں بھی ان کا محاسبہ تیز کردیا۔ الحمد للہ آج برطانیہ کے احرار کارکن ختم نبوت مشن کے نام سے مرزائیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ ہم منکرین ختم نبوت کی اسلام کے خلاف سازشوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے ختم نبوت مشن نے یورپ میں مرزائیوں کے تمام راستے مسدود کردیئے ہیں۔ اب یہاں نہ تو ان کے لئے فضا سازگار ہے اور نہ ان کے پاس نئی نسل کے لئے کوئی مثبت پروگرام ہے۔ نوجوان ان سے سوال کرتے ہیں کہ تمہارے مرزا نے اسلام کی کونسی خدمت کی ہے؟ کیا مرزا سامراجی طاقتوں کا ایجنٹ نہیں تھا؟ ظاہر ہے ان سوالات کا جواب ان کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے کہ مرزا قادیانی اپنی کتابوں میں خود لکھ گیا ہے کہ "وہ اور اس کی جماعت حکومت انگلشیہ کا خود کاشتہ پودا ہے"

سید خالد مسعود گیلانی نے کہا کہ جن لوگوں کو ناواقفیت یا روپے کے لالچ کی بنیاد پر مرزائیوں نے اپنا ہمنوا بنایا تھا۔ وہ ان کی اندرونی غلاظت، بد کرداری اور فریب کاریوں سے متنفر ہو کر مسلمان ہو رہے ہیں۔ مرزائی تحریک اب سامراجی طاقتوں کی امداد کے انجیکشنوں کے سہارے زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ موت اور ذلت اب اس کا مقدر ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج لوگ مرزائیوں سے سوال کرتے ہیں کہ تمہارے مرزا نے تو انگریزوں کو نوے سال کے لئے اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مرزا غلام قادیانی انگریزی حکومت کا تنخواہ دار ملازم تھا؟

انہوں نے کہا کہ مرزا کے تمام لٹریچر میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو قوموں کے لئے اصلاح کا پیغام ہو۔ وہ ایک چاپلوس قسم کا آدمی تھی۔ اور انڈیا آفس لائبریری کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مخبوط الحواس اور دماغی امراض کی مجموعہ شخصیت کا مالک تھا

آخر میں گلاسگو کے ختم نبوت مشن کے صدر ماسٹر محمد ناصر اعوان کی خدمات کو سراہا گیا جو برطانیہ میں مرزائیوں کی سرکوبی کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل ہیں۔

دعاء صحت

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما اور ادارہ نقیب ختم نبوت کے سرپرست حضرت مولانا محمد عبدالحق چوہان اور ان کی اہلیہ محترمہ گذشتہ کئی ماہ سے علیل ہیں۔ جملہ احرار کارکنوں اور قارئین سے درخواست ہے کہ مولانا اور ان کی اہلیہ محترمہ کیلئے خصوصاً اور دیگر تمام مریضوں کیلئے دعاء صحت کا اہتمام فرمائیں۔

اللہ تعالی سب مریضوں کو شفاء عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

ربوہ :

حبیب اللہ رشیدی

مبلغ احرار مولانا اللہ یار ارشد کی کوشش سے

انتظامیہ نے مرزائیوں کے سالانہ اجتماعات پر پابندی عائد کر دی

شہید صدر ضیاء الحق کے جاری کردہ امتناع قادیانیت آرڈیننس (۱۹۸۴ء) کے نفاذ کے بعد مرزائیوں کو ارتداد کی تبلیغ کے محاذ پر جس بُری طرح پسپائی ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔

ان کے تمام سالانہ و دیگر اجتماعات پر قانوناً پابندی عائد کر دی گئی، جس سے وہ سمٹتے چلے گئے اور انتہا یہ ہوئی کہ مرزائیوں کے گرو گھنٹال مرزا طاہر کو پاکستان سے فرار ہو کر اپنی جدی پشتی مُربیہ و محسنہ حکومتِ برطانیہ کے سایہ میں پناہ لینی پڑی۔ مرزا طاہر کے فرار سے مرزائیوں میں خاصی ٹوٹ پھوٹ ہوئی اور پارٹی پر مایوسی کے منحوس سائے چھا گئے۔

مرزائیوں نے اپنی سسکتی زندگی کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے ——— اور ارتداد کی تبلیغ کے لئے مختلف منصوبے تراشنے شروع کر دیئے۔ جس میں کھیلوں اور صنعتی نمائش کی آڑ میں اجتماعات منعقد کرنے کی سازش شامل تھی۔

گزشتہ برس نومبر میں کھیلوں اور نمائش کے پروگرام کے نام پر انتظامیہ سے اجازت حاصل کی گئی اور اس کے پس پردہ اپنی تنظیموں "خدام الاحمدیہ" مجلس انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماعات کے پروگرام کو آخری شکل دی گئی۔ مگر احرار سے پیچھا چھڑانا اب ان کے بس کی بات نہیں۔ مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد مستقل ان کے تعاقب میں رہتے ہیں انہوں نے دفتر احرار ربوہ سے ضلعی و اعلیٰ حکام کو فوراً مطلع کیا کہ مرزائیوں نے اپنے گرو مرزا غلام قادیانی کی پیروی میں جھوٹ بول کر اجازت نامہ حاصل کیا ہے۔ اور احکام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ جبکہ کھیلوں کی آڑ میں کفر و ارتداد کی تبلیغ کا پروگرام ہے۔ اس لئے اجازت نامہ منسوخ کر کے مرزائیوں کے خلاف جعلسازی کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے۔ انتظامیہ نے توجہ نہ دی مگر بار بار مطلع کرنے پر جب اعلیٰ حکام نے اچانک معائنہ کیا تو ایک طرف کھیل تماشہ اور نمائش ہو رہی تھی جبکہ دوسری طرف مرزائیوں کے اجتماعات جاری تھے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے مطالبہ پر انتظامیہ نے فوراً اجازت نامہ منسوخ کر کے تمام اجتماعات پر پابندی لگا دی۔

امسال بھی اُسی ڈرامے کا اعادہ کیا گیا۔ ۹ر ۱۰ر ۱۱ نومبر ۱۹۹۰ء کو خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی ڈی سی جھنگ سے اجازت حاصل کر لی، جبکہ ۱۶ر ۱۷ر ۱۸ر نومبر کو مجلس انصار اللہ کے اجتماعات کا اعلان کر دیا۔ مبلغ احرار مولانا اللہ یار ارشد نے فوراً حکامِ بالا سے رابطہ قائم کیا اور انہیں اِس ڈرامے سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے جذبات اور بے چینی و اضطراب سے بھی مطلع کیا۔ انتظامیہ نے حسبِ روایت اِس مسئلہ کو اہمیت نہ دی اور مولانا کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ مرزائی کھیل کود کے تفریحی پروگرام کرنا چاہتے ہیں اور انتظامیہ نے تسلی ان سُنی کر دی۔ بالآخر ۲ر نومبر کو قادیانیوں نے اپنا مکمل تبلیغی پروگرام چھاپ کر تقسیم کیا تو حکام کی آنکھیں کھلیں ——— مولانا اللہ یار ارشد اور مجلسِ احرارِ اسلام کے کارکنوں کی شبانہ روز محنت سے انتظامیہ نے تمام اجازت نامے منسوخ کر کے دفعہ ۱۴۴ کے ذریعہ اجتماع پر پابندی عائد کر دی۔ مرزائیوں کو اِس اِقدام سے جو ذِلّت و رُسوائی اُٹھانی پڑی وہ اب اُن کا مقدر ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے جھوٹ، فریب، اور دھوکہ دہی کے قبیح کاروبار کا۔ مجلسِ احرارِ اسلام ربوہ کے کارکن اور مولانا اللہ یار ارشد مُبارکباد کے مستحق ہیں، جو دینِ حق، عقیدۂ ختم نبوۃ اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے بے خوف و خطر جدو جہد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اخلاص اور کامیابی عطا فرمائے۔

دیبلِ تعصب

پروفیسر عنایت علی خان

داہری لٹیروں نے 'عصرِ نو کے طوفاں میں' دہریت کے ساحل پر
نسلِ نو کی دانش کے قافلے کو جُل دے کر'
دیبلِ تعصب میں قید کر کے ڈالا ہے
عقل کی توانائی' حوصلوں کی جولانی
ذہن کے الاؤ میں' اس طرح سے جلتی ہے' جیسے بجھ نہ پائے گی
راکھ ہو کے مانے گی
جو بھی ابنِ قاسم کی عظمتوں کے وارث ہیں' حکمتوں کے وارث ہیں
ان کو آگے بڑھنا ہے
نفرتوں کے صحرا کی' غیریت کی وادی کی' راہ مختصر کر کے
آج اِک نیا دیبل منتظر ہے پھر ان کا'
ان کو آگے بڑھنا ہے' منجنیقِ فن لے کر
منجنیق کے پتھر' عزم و الفت و ایثار' پھر سے جمع کرنے ہیں
پتھروں کی بارش سے' دیبلِ تعصب کا ہر نشاں گرانا ہے
داہری ٹھکانوں سے' تنگ قید خانوں سے
نسلِ نو کی دانش کو
بازیاب کرنا ہے

نامے میرے نام

مکرمی۔ السلام علیکم

ماہنامہ "حق چار یار" آپ کی نظر سے گزر رہا ہو گا۔ چکوال کے سبائی فرقہ کے مدار المہام قاضی مظہر حسین صاحب خلطِ مبحث میں کمال دسترس رکھتے ہیں۔ انھوں نے حضرت قاضی شمس الدین صاحب کے تحقیقی و مدلل مقالہ کا جواب دینے کی بجائے تمام بحث سمیٹ کر "یزید" کی ذات پر توجہ مرکوز کر دی ہے۔

قاضی مظہر حسین صاحب سے بحث کا آغاز جن امور پر ہوا وہ قطعی مختلف ہیں۔

(1)۔ بھوئی گاڑ میں حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مد ظلہ کی تقریر۔ جس میں خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بے رحم ناقدین پر جرح و گرفت کی گئی تھی۔ "یزید" موضوعِ بحث نہیں تھا۔

(2)۔ مخدوم پور میں چکوال کے سبائی فرقہ کے بغل بچوں کی طرف سے مولانا سید عطاء المحسن بخاری کے خلاف جھوٹے اور بے بنیاد الزامات پر مشتمل پمفلٹ کی اشاعت اور ملک بھر کے دینی حلقوں میں اس کی تقسیم۔ اس پمفلٹ میں نسبتوں کے بیوپاریوں، شرعی برہمنوں اور مسلک علماء دیوبند کے تاجروں نے کذب و افتراء کا وہ طومار باندھا کہ عیاذاً باللہ۔

حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مد ظلہ نے "سیدنا معاویہ اور ان کے بے رحم ناقدین" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کیا جو نقیبِ ختمِ نبوت میں چار اقساط میں شائع ہوا۔

حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین صاحب نے مخدوم پوری سبائیوں کے پمفلٹ کا جواب لکھا اور وہ بھی نقیب میں شائع ہوا۔

قاضی مظہر حسین صاحب نے اب تک "حق چار یار" میں جواباً جو کچھ لکھا ہے وہ محض قلم کی مستی ہے۔ اس میں مذکورہ بالا دونوں مقالوں میں پیش کئے گئے۔ دلائل و براہین کو نہ تو وہ رد کر سکے اور نہ ہی کسی حوالہ کو جھٹلا سکے۔ انھوں نے دلائل و براہین سے صرف نظر کر کے "یزید یزید" ---- کا واویلا شروع کر دیا۔ جو ان کی مسلمہ جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اہل سنت والجماعت کا ان سے اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کے مسئلہ پر ہے۔ قاضی مظہر صاحب اہلِ سنت کے لبادے میں سبائیوں کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں اور مال علماء دیوبند کے نام پر ہڑپ کر رہے ہیں۔ دراصل قاضی صاحب اہل سنت والجماعت میں سبائیوں کی باطنی تحریک کا رول ادا کر رہے ہیں۔ خلیفہ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہوئے انہیں شرم دامن گیر نہ ہوئی۔ وہ سیدنا معاویہؓ کی سیاست کو غلط کہتے ہیں جبکہ قاضی صاحب کا اپنا سیاسی کردار انتہائی بھیانک مکروہ اور مجروح ہے۔

88ء کے انتخابات میں قاری جاوید اقبال صاحب نے سردار محمد حیات ٹمن کے بیٹے سردار منصور حیات اور چکوال کے سردار غلام عباس و فوزیہ بہرام کے خلاف الیکشن لڑا۔ انہیں 1352۔ ووٹ ملے۔ مولویوں نے ان کی بھرپور مخالفت کی۔ قاری صاحب آج کل جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمن گروپ) کے ضلعی صدر ہیں۔

ایک جلسہ میں حافظ عبدالرحمن قاسمی صدر جمعیت علماء (درخواستی گروپ) نے اُن کی حمایت کی لیکن پھر فوزیہ بہرام کی کشش سے بے بس ہو کر اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو کر رہ گئے۔

قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی فوزیہ بہرام کی حمایت کی تھی۔ ایک طرف شیعہ امیدوار سردار غلام عباس (پی پی

پی) تھے اور دوسری طرف (عورت) فوزیہ بہرام (آئی جے آئی) لہٰذا قاضی صاحب نے چھوٹی برائی یعنی عورت کو ووٹ دیئے تھے۔

حکومت بدلی تو قاضی جی نے بھی کروٹ لی، حالیہ انتخابات میں اس حلقے میں سابقہ امیدواروں کے علاوہ قاری جاوید صاحب بھی امیدوار تھے۔ لیکن قاضی جی نے یہ بیان دیا کہ (نام نہاد) "خدام اہلسنت" ضلع چکوال کے باقی حلقوں میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حمایت کریں گے۔ جبکہ فوزیہ و قاری جاوید اور سردار غلام عباس کے حلقہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں"۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ درپردہ قاضی جی اور ان کے ہمنواؤں نے فوزیہ بہرام کی حمایت کی۔ اس کا اعتراف "حق چار یار" کے تازہ شمارہ میں اس طرح کیا ہے کہ "فوزیہ سنی ووٹوں کی اکثریت سے کامیاب ہوئی ہے"۔۔۔۔۔۔

قاری جاوید کا کہنا ہے کہ قاضی مظہر حسین نے جمعیت علماء اسلام اس لئے چھوڑی کہ اسکے ساتھ مودودی ہیں۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت 1974ء کا اس لئے بائیکاٹ کیا کہ اس میں شیعہ شامل تھے۔ لیکن اب اسلامی جمہوری اتحاد کی حمایت کر کے کیا قاضی جی نے اتحاد میں موجود ان عناصر کو تسلیم اور ان کی بالواسطہ حمایت نہیں کی؟

میں ایک سنی مسلمان کی حیثیت سے قاضی مظہر حسین کو مشورہ دونگا کہ وہ یا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید بند کریں اور جو کچھ صحابہ کے خلاف لکھا ہے اسے واپس لیں یا پھر اپنے آپ کو سنی کہلانے سے گریز کریں۔ وہ جس ہستی (مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ) کی خلافت کے جھوٹے دعویدار ہیں۔ اس منصب کی تجارت بند کریں۔ سیدنا معاویہؓ کی خلافت راشدہ تو آپ کے نزدیک مشکوک ہے جبکہ قاضی جی! آپ کی خلافت تو قطعاً باطل اور جھوٹ ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی آپ کا وجود اور خلافت مسلمانوں کے لئے حجت ہے۔ سیدنا معاویہؓ تو صحابی رسول ہیں اور آپ اس دور کے فاسق، فاجر، ظالم، بے علم، خطاکار، قرآن ناشناس اور باغی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ گالیاں قاضی جی نے اپنی کتاب "دفاع معاویہ" میں سیدنا معاویہ کو دی ہیں جو تبرکاً قاضی جی کی خدمت میں لوٹا رہا ہوں۔

والسلام

خانہ مروان حجازی (چکوال)

مکرمی! اسلام علیکم!

نقیب کا باقاعدگی سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ آپ کی محنت قبول فرمائے۔

قاضی مظہر حسین کا حق چار یار" بھی زیر مطالعہ رہتا ہے۔ جسے پڑھ کر اہل تحقیق سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ یا خدا آخر قاضی جی چاہتے کیا ہیں؟ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یزید ان کے اعصاب پر اس بری طرح سوار ہے کہ راتوں کو ڈر سے اٹھ بیٹھتے ہیں اور انہیں ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔ دن کو تعبیر الرؤیا پڑھتے ہیں تو مزید پریشان ہوتے ہیں اور علم منتشر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یزید نام کے کئی صحابی گزرے ہیں۔ یہ نام اتنا خوفناک تو نہیں۔ سعید الرحمن علوی کا نام آئے تو یزیدی، مولانا قاضی شمس الدین کا نام آئے تو یزیدی۔ حکیم محمود احمد ظفر اور حکیم احمد حسن کا نام آئے تو یزیدی۔۔۔۔۔۔۔۔

قاضی صاحب! رافضی پنجتن پاک کہیں تو کافر۔ آپ حق چار یار کہیں تو پکے اور اصلی سنی؟ کیا باقی صحابہ حق پر نہیں تھے؟ ویسے قاضی صاحب ہیں بھی "اصلی" قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ "میری کتاب خارجی فتنہ پڑھ کر بہت سے لوگ تائب ہو گئے ہیں" ہاں! جب یہ کتاب غلام حسین نجفی (شیعہ) نے دیکھی تو بہت خوشی کا اظہار کیا تھا۔ آپ کی کتاب امامیہ کتب خانہ میں بک رہی ہے۔ بعینہ یہی معاملہ مودودی کی "خلافت و ملوکیت" کا تھا۔

اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو ہدایت عطا فرمائیں اور موت سے پہلے صحابہ کرام کے خلاف لکھی گئی اپنی تحریروں سے برأت کے اعلان کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)   والسلام جاں نثار صحابہ۔ محمد معاویہ (لاہور)

مکرم و محترم۔ سلام مسنون!

نقیبِ ختمِ نبوت دینی جرائد میں نہایت اہم مقام حاصل کر چکا ہے۔ اداریہ سے لے کر خطوط تک تمام پرچہ نئے نئے موضوعات اور مضامین کے جلو میں ہر ماہ طلوع ہوتا ہے۔ جس کی روشنی سے تشنگانِ علم برابر مستفید ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید کامیابیوں اور کامرانیوں سے نوازے۔ آمین

نہایت افسوس اور غم کے ساتھ ایک خبر لکھ رہا ہوں۔ اسے پرچہ میں شائع کردیں۔ نومبر کے اوائل میں مجلسِ احرار اسلام گوجرانوالہ کے قدیم کارکن بھائی شبیر احمد انتقال کر گئے ہیں۔ اِنّا للہ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ!

مرحوم ایک ایثار پیشہ انتھک اور جانباز کارکن تھے۔ 1930ء میں مجلسِ احرار اسلام نے تحریک آزادی کشمیر برپا کی۔ تو آپ جماعت میں شامل ہوئے۔ جوانی کا آغاز تھا، خوش رو اور خوش گلو تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ عوامی جلسوں میں علامہ اقبال اور دیگر انقلابی شعراء کا کلام ترنم سے پڑھتے تو لوگوں کے جذبات گرما دیتے۔ 1953ء کی تحریکِ تحفظ ختمِ نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ جیل گئے۔ اور تقریباً ایک سال کی قید میں صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ مرحوم ایک وفادار اور مخلص دینی کارکن تھے۔ دمِ واپسیں تک مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ اور ایک کارکن کی حیثیت سے خدمت سرانجام دیتے رہے۔ ان کی سماجی سیاسی اور دینی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

نقیبِ ختمِ نبوت کی وساطت سے تمام قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں۔

والسلام

شیخ عبدالمجید امرتسری۔ گوجرانوالہ

محترم شاہ بلیغ الدین صاحب کی

تاریخی ــــ تحقیقی ــــ تصانیف

روشنی ــــ قیمت مجلد ۶۵/۰۰ پیپر بیک ۵۰/۰۰
تجلّی ــــ قیمت مجلد ۷۵/۰۰ پیپر بیک ۶۶/۰۰
طُوبیٰ ــــ قیمت مجلد ۱۰۰/۰۰
رزمِ حق و باطل ــــ قیمت مجلد ۶۶/۰۰ جلد اوّل

ــــ سادہ زبان، دلکش انداز بیان رنگین کتابت و طباعت ــــ

ملنے کا پتہ

اپنے شہر کے کتب فروش سے طلب کیجئے!
۶۰/بی العریش سن سیٹ بلے وارڈ نزد پی این ایس شفا
ٹرفینس کراچی

تالیفاتِ جمیل

شاہکارِ جمیل: ہزار ہا سنیاسیانہ مجربات کی مایۂ ناز کتاب جس کا ہر نسخہ جواہرات سے تولنے کے قابل اور سو فیصدی مجرب کہلانے کا صحیح مستحق ہے۔ قیمت ۷۵/- روپے

مفتاح الکیمیا: مشرقی و مغربی کشتہ سازی کی انتہائی کتاب تمام دھاتوں اور اپدھاتوں، ویدک، یونانی اور ایلوپیتھک کشتہ جات، تکلیس، تسمیق اور تدابیر کے نہایت آسان طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت: ۶۰/- روپے

تجاربِ خوشحالی: نامور کیمیاگر خواجہ بدیع الدین پشاوری کی فنِ کیمیاگری پر سو فیصد کامیاب نسخہ جات کی مکمل قلمی بیاض کا اُردو ترجمہ قیمت: ۲۰/- روپے

گنجِ مخفی: صدری مجربات کی ایک عظیم اور لاجواب کتاب۔ قیمت: ۷۵/- روپے

تحفۂ نایاب: طبی دنیا میں انقلاب پیدا کرنے والی طبِ یونانی کا مایۂ ناز فارماکوپیا قیمت ۵۰ روپے

مُرقعِ جمیل: مشاہیر اطباء کے خصوصی مجربات کا لاجواب خزانہ۔ قیمت ۷۵/- روپے

ملنے کا پتہ:

ادارۂ طبیبِ حاذق شاہدولہ روڈ گجرات

)NTHLY

AQEEB-E-KHATM-E-NUBUWAT MULTAN

Ph :72813

gd. No L. 8755

Vol No-1

No. 12

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

فون: ۷۲۸۱۳

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مسجد کی بنیادیں مکمل ہو چکی ہیں، تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیں، نقد و سامانِ تعمیر

دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں — ترسیلِ زر کیلئے:

منتظم و متولی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری، دارِ بنی ہاشم — ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان